عطار ہو، رومی ہو، رازی ہو، غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہ سحر گاہی!!

ادارہ اشرفیہ عزیزیہ کا ترجمان

ماہنامہ غزالی

ذی الحجہ ۱۴۲۴ھ / فروری ۲۰۰۴ء

جلد دوم:
شمارہ: ۴

فہرست

فی شمارہ: ۱۵ روپے
سالانہ بدل اشتراک: ۱۶۰ روپے
خط و کتابت کا پتہ: مکان P-12 یونیورسٹی کیمپس پشاور۔

ڈاکٹر فدا محمد مدظلہ

اصلاحی مجلس

فمن کان یرجوا لقا ربہ فلیمل عملا صالحا و لا یشرک بعبادۃ ربہ احدا (الکھف ۱۰۱، بیان القران)

ترجمہ: سو جو شخص اپنے ربّ سے ملنے کی آرزو رکھے تو نیک کام کرتا رہے۔ اور اپنے ربّ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ کرے۔

محترم بھائیوں اور دوستوں؛ اللہ تعالیٰ نے آدم علیہ السلام کو پیدا فرما کر جنت میں رکھا اور ان سے فرمایا کہ جنت کی نعمتوں کو خوب کھاؤ اور پیؤ، اور کوئی عبادت اور حکم مقرر نہیں ہے، مگر صرف ایک ہی حکم مقرر ہے کہ؛

ولا تقربا ھذہ الشجرۃ فتکونا من الظلمین(البقرہ ۳۵، بیان القران)

ترجمہ: اور نزدیک نہ جائیو اس درخت کے ورنہ تم بھی انہیں میں شمار ہو جاؤ گے۔ جو اپنا نقصان کر بیٹھتے ہیں۔

اور جنت کا نظارہ بغیر کوشش کے اور بغیر محنت کے دکھادیا گیا وہاں کی نعمتیں دکھادی گئیں اور اللہ تبارک وتعالیٰ کی منشاء یہ تھی کہ زمین پر وقت گزاریں تو زمین پر اتارا گیا کہ جس درخت سے روکا گیا تھا اس درخت کا پھل کھالیا.ایک دفعہ یہاں پر درس ہورہا تھا ایک بڑے دانشور ہمارے صوبے کے، وہ بھی آئے ہوئے تھے تو انہی آیتوں کا درس ہورہا تھا، مختلف قسم کی بحثیں معارف القرآن میں لکھیں ہوئی تھیں کہ انبیاء علیھم السلام سے کبیرہ صغیرہ گناہ ہوتے ہیں کہ نہیں ہوتے ہیں تو عقیدہ کا مسئلہ ہے کہ کبیرہ گناہ نہیں ہوتے اور صغیرہ گناہ بھی نہیں ہوتے، ایک بات ہوتی ہے اس کو زُلّت کہتے ہیں اور وہ ایسی لغزش کہ خلاف اولیٰ بات ہو جائے، ایک نیکی فرض ہے، ایک واجب ہے، ایک سنت مؤکدہ ہے، مستحب ہے اور ایک درجہ نیکی کا ہے کہ کسی بات کو ایسے بہترین طریقے سے کرنا جس کو کہتے ہیں فعلِ اولیٰ، زلّت فعلِ اولیٰ کے خلاف بات کو کہتے ہے، تو اس پر اللہ تعالیٰ کی بڑی ناراضگی اور سرزنش ہوتی ہے، خیر وہ قسما قسم کی بحثیں مکمل ہوئیں تو آخر میں میں نے کہا کہ ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ اس آیت کی تفسیر فرمارہے تھے تو تو انھوں نے فرمایا کہ گناہ دو وجوہ سے آدمی کرتا ہے، ایک حکم سے بغاوت کر کے حکم توڑنے کے لیے، کہ حکم تو ایسا ہے، لیکن میں ایسا نہیں کروں گا جیسا کہ شیطان نے کہا،

"اَبٰی وَسْتَکْبَرَ وَ کَانَ مِنَ الْکَافِرِیْنَ"

ترجمہ: کہ اُس نے کہنا نہ مانا اور غرور میں آگیا اور ہوگیا کافروں میں سے (البقرہ۔۳۴، بیان القران) انکار کیا اور اپنی بڑائی کا اس نے اظہار کیا اور وہ تھا ہی کافروں میں سے. یعنی حکم کو توڑنے کی نیت کر کے کام کرنا ، یہ ہوتا ہے کبر کے نتیجے میں. اس لیے گناہوں کی ایک ترتیب کو کہتے ہیں کہ وہ عقلی گناہ ہیں شیطانی گناہ ہیں، اور دوسرا شیخ الحدیث حضرت مولانا زکریا صاحبؒ نے لکھا ہے نفسانی گناہ. نہ یہ گندم کا دانہ کھانا حکم کو توڑنے کے لیے ہوا، نہ نفس کے مزے کے لیے ہوا، کہ شیطان نے کہا کہ ''شَجَرَةِ الْخُلْدِ''، ہم تمھیں ایسا درخت دکھاتے ہیں کہ جس کی وجہ سے تم ہمیشہ جنت میں رہا کرو گے، اللہ تعالیٰ کا قرب، اللہ تعالیٰ کی معیت اور اللہ تعالیٰ کا ساتھ اور نزدیکی نصیب ہوگی، تو گویا وہ نفس کے مزے کے لیے نہیں کیا گیا،

وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّی لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِیْنَ (ترجمہ:۔ اور اُن دونوں کے روبرو قسم کھالی کہ یقین جانئے میں آپ دونوں کا خیر خواہ ہوں۔ بیان القران) اس نے قسم اٹھائی، اس نے کہا کہ دیکھو میں تمھارا بڑا خیر خواہ ہوں اور میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں اس میں تمھارا فائدہ ہے، تو گویا نفس کے مزے کے جذبے سے نہ ہوا، حضرت مولانا صاحبؒ فرماتے تھے وہ بڑا استاد تھا، دکھتی رگ جانتا تھا کہ ان کو اللہ تعالیٰ سے محبت ہے اور اللہ تعالیٰ کے نزدیک رہنا چاہتے ہیں اور ہمیشہ یہاں رہنا چاہتے ہیں لہذا اس نے اس جذبے کو ابھارا، کہتے ہیں شیطان کے ظلمانی حجاب دس ہزار ہیں اور نورانی حجاب ستر ہزار ہیں کہ جس وقت شیطان مقابلے کے لیے آتا ہے تو پہلے آدمی کو جھوٹ، فریب، دغا، ظلم وستم، بدکاری، ان میں مبتلا کیے رکھتا ہے، اور جب آدمی کی تربیت واصلاح ہو جائے اور ان باتوں کو آدمی چھوڑ دے تو پھر شیطان کو اندازہ ہوتا ہے کہ اس جگہ پر میں جتنی کوشش کر رہا ہوں وہ کامیاب نہیں ہو رہی ہے، لہذا وہ اس میدان کو چھوڑ دیتا ہے اب اس کو نورانی حجاب میں پھنساتا ہے اس کے آگے نیکی کے جذبے کو آگے کر کے کام کراتا ہے اور رمضان کے مہینے میں یہ واضح محسوس ہوتا ہے کہ شرکش شیاطین جو تھے وہ قید ہوگئے میں ساتھیوں سے کہا کرتا ہوں کہ سارا سال میڈکل کالج کے ماحول میں رہتے ہوئے یہاں پر جو بے پردگی ہے بفضلہٖ تعالیٰ ہمیں کوئی ایسا خواب پورا سال نہیں آتا کہ جس سے غسل کی حاجت ہو جائے، اور یہاں جب اعتکاف میں بیٹھتے ہیں جب آپس میں قریب ہوتے ہیں تو قلوب کا حال ایک دوسرے پر آتا ہے، اکثر نوجوان ہوتے ہیں اور گردو پیش کے جذباتِ شہوانیہ چھائے ہوئے ہوتے ہیں تو آپس میں باہمی اختلاط ہونے سے اثر آتا ہے. جس کا مجھ پر بھی اثر ہوتا ہے جب میں صبح اٹھتا ہوں تو کہتا ہوں کہ یہ جو نئے شیطان آئے ہوئے ہیں ڈیوٹی پر، ان کا تجربہ تو نہیں ہے کہ کس آدمی کے ساتھ کس طرح کا

سلوک کرنا ہے، اور کس آدمی کو کس طریقے سے مارنا ہے لہذا وہ ایسے طریقے سے کوشش کرتے ہیں جو عام طور پر نوجوانوں پر آزماتے ہیں. نوجوانوں کو اس کا بڑا غم ہوتا ہے کہ شہوانی جذبات کیوں آتے ہیں؟ ڈاکٹر صاحب ہمیں بیعت کرنے کا کیا فائدہ ہوا؟ کہ ہم آتے ہیں یہاں اور ہمیں کچھ فائدہ نہیں ہو رہا ہے کہ شہوانی جذبات آتے ہیں، بس یہ نہیں آنے چاہئے، ایک برخوردار بیمار پڑا ہوا تھا اور ڈاکٹر اس کا علاج کر رہے تھے میں گیا اس کو دیکھنے کے لیے، وہ سخت Tension اور اضطراب میں مبتلا تھا Depression کو اضمحال اور Tension کو اضطراب کہتے ہیں، اردو عربی میں میڈیکل کی ساری Terminology کو تبدیل کیا جا سکتا ہے لیکن یہ انگریز کی سازش کے تحت نہیں ہو رہا ہے کہ یہ لوگ اصل چیز کو سیکھ لیں گے اور ہم سے آگے نکل جائیں گے، ان کا کافی سارا زور انگریزی زبان کے سیکھنے پر ختم کرا دیا جائے اور ہماری غلامی کا اثر بھی ان پر باقی رہ جائے گا. خیر میں نے اس لڑکے سے پوچھا کہ آپ کو کس بات سے اتنی تکلیف ہو رہی ہے؟ تو اس لڑکے نے کہا کہ مجھے محسوس ہوتا ہے کہ میں کافر ہو گیا ہوں کیونکہ مجھے اکثر غسل کی حاجت ہوتی ہے. میں نے کہا سبحان اللہ ہم حج میں تھے اور یہ ۱۹۷۵ء کا واقعہ ہے، ہمارے ساتھ ایک کامل بزرگ تھے ایسی کامل شخصیت تھے کہ سخت جذباتِ شہوانیہ والا آدمی چند دن بیٹھتا تھا تو باطن میں سکون ہو جاتا تھا، ایک ان کے مرید جن کو ذکر اذکار کا کافی فائدہ ہوا ہوا تھا چالیس دن کے لیے باہر چلے گیے واپسی پر انھوں نے کہا کہ مجھے باطن میں جو سکون، نظروں کی حفاظت کی توفیق اور ذکر سے جو وابستگی تھی وہ واضح طور پر کم ہو گئی ہے، اور روحانیت کا نقصان ہو گیا ہے، تو حضرت صاحبؒ نے پانچ دن انھیں بٹھایا، اس شخص نے بتایا کہ پہلے دن میرے بدن میں جو پھیلا ہوا زہر تھا وہ سر سے نیچے آتے آتے ناف تک آ گیا، دوسرے دن پاؤں سے چل کر اوپر گھٹنوں تک آ گیا، تیسرے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان اگلے حصے سے زائل ہوا، چوتھے دن ناف اور گھٹنوں کے درمیان پچھلے حصے سے زائل ہوا، اور پانچویں دن اس کے مکمل اثرات زائل ہو گئے اس نے اس کو خود محسوس کیا. آدمی جب کاملین کے ساتھ بیٹھتا ہے تو اس کے بدن کی ظلمت دور ہوتی ہے باطن سے اندھیرا چھٹتا ہے اور نورانیت آتی ہے، تو ۱۹۷۵ء میں ہم حج پر تھے منیٰ میں صبح سویرے حضرت صاحبؒ کو غسل کی حاجت ہو گئی، اللہ والے بے تکلف ہوتے ہیں ایسے نہیں ہوتے کہ مرید بد اعتقاد ہو جائیں گے اور کیا کہیں گے کہ کیوں غسل کی حاجت ہو گئی؟ انھوں نے فرمایا کہ بھئی مجھے غسل کی حاجت ہو گئی ہے کوئی چھوٹا شطونگڑا ڈیوٹی پر تھا سمجھ رہا تھا اگر اس آدمی کو غسل فرض کرا دیا تو سارا حج ان کا خراب ہو جائے گا، منیٰ میں اس زمانے میں پانی کون لائے، پانی

کی بڑی تکلیف ہوتی تھی ہمیں ایک بالٹی پانی کا مل جاتا تھا کیونکہ حضرت مولانا صاحبؒ کے ایک مرید انجنیئر مہربان صاحب نہر زبیدہ پر جا کر وہاں سے پانی بھر کر لاتے تھے، ہمیں وضو ایک بوتل پانی سے کرنا پڑتا تھا، خیر ساتھیوں نے کہا صبح سویرے دیکھیں کیا ہوتا ہے، اللہ والوں کے کاموں کے لیے کوئی غیب سے راستہ بن جاتا ہے اور وہ کام ہو جاتا ہے خیر وہاں پر ایک ساتھی آگے گیا تو ایک عمارت تھی کوئی خاص سرکاری لوگوں کے لیے تھی، ہم نے اس آدمی سے کہا کہ ہمارے ایک ساتھی کو غسل کرنا ہے تو اس نے فوراً کہا لے آئیں یہ غسل خانہ ہے، حضرت تھانویؒ نے لکھا ہے کہ میں کانپور میں تھا تو ایک جگہ ہے مراد آباد اس کے قریب، وہاں ایک بزرگ تھے حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادیؒ .ایک سو بیس سال ان کی عمر ہوئی ہے اور سو سال انھوں نے درس دیا ہے بہت ہی مستجاب الدعوات بزرگ تھے ہوشیار لوگوں نے معلوم کیا ہوا تھا کہ ان کی دعا قبول ہوتی ہے تو ایک دوسرے کو کہتے تھے کہ ان کے پاس جا کر ان کے دروازے پر پڑ جانا، ماریں، گالیاں دیں، بے عزت کریں، نکالیں، بس نکلنا نہیں، یہاں تک کہ دعا قبول نہ کرا لو. کہتے ہیں کہ کوئی بڑے رئیس نواب ملنے کو آئے، حضرتؒ نے پوچھا کس لیے آئے ہو؟ نواب صاحب نے کہا کہ فلاں کام نہیں ہوتا اس کی دعا کروانے آیا ہوں، تو حضرتؒ نے فرمایا کہ میں کوئی خدا ہوں جو دعائیں قبول کروانے آیا ہے، میں تمھاری دعائیں قبول کراتا ہوں، خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، نواب صاحب جا کر بیٹھ گئے حضرتؒ ڈنڈا لیکر اس کو مارنے اور بھگانے کے لیے دوڑے تو نواب صاحب اس جگہ سے دوڑ کر باہر جا کر کھڑے ہو گئے، وہاں ڈھونڈا، تو کھڑا ہوا نظر آیا کہا یہاں کیا کرتے ہو، ڈنڈا اٹھایا تو وہ وہاں سے بھاگ کر دوسری جگہ کھڑا ہو گیا آخر اس شخص نے ان کو اتنا دوڑایا کہ آپ تھک گئے کیونکہ بوڑھے آدمی تھے، جب بہت تھک گئے تو انھوں نے غصے سے کہا کہ کس لیے آئے ہو؟ کیا مانگنے آئے ہو؟ تو نواب صاحب نے جواب میں کہا کہ فلاں کام کے لیے دعا کروانے آیا ہوں تو آپ نے کہا کہ دفع ہو جاؤ اللہ تعالیٰ تمھارا کام کر دے، اتنا تھکا دیا اور اتنا پریشان کر دیا. ایک دفعہ ایک آدمی آیا کہ حضرتؒ انگریز کی حکومت کا خاتمہ کراؤ کہ اتنے بڑے بزرگ آپ یہاں پر بیٹھے ہوئے ہیں اور انگریز کی حکومت کا خاتمہ نہیں ہوتا، آپ نے فرمایا کہ میں کیا کروں جو تائید غیبی ہے وہ اس کے ساتھ ہے اللہ تعالیٰ نے اس کو حکومت دی ہوئی ہے کیونکہ:

"السلطان فی الارض ظل الله" ترجمہ:۔حکومت تو زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے

کہ یہ سایہ رحمت کا ہوتا ہے لیکن کبھی کبھی زحمت کا ہوتا ہے کہ جب اعمال خراب ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے

حاکموں کو لاتا ہے جو ظالم، جابر، فاسق و فاجر ہوتے ہیں اور اعمال لوگوں کے ٹھیک ہوتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو لاتا ہے جو رحمت ہوتے ہیں، .ایک دفعہ یو. پی کے انگریز گورنر نے کہا کہ میں زیارت کے لیے حاضر ہوں گا اس کا خیال تھا کہ ہماری تائید کرنے والے مولوی صاحب ہیں ہم بھی کوئی شکرانہ دے دیں شائد ہماری حکومت کے لیے مفید ہو، حضرتؒ کو اطلاع دی گئی کہ انگریز گورنر آپ سے ملنے کے لیے آئے گا تو انھوں نے کہ اچھا یہ تو اولوالامر ہے اور من جانب اللہ حاکم مقرر ہوا ہے، اس کے لیے آرام والی کرسی لاؤ گے اور اس کا بڑا احترام کرنا ہوگا، جس دن اس نے آنا تھا تو حضرت صاحبؒ بھول گئے، اطلاع آئی کہ وہ آیا ہوا ہے حضرتؒ کا کچا مکان، جھونپڑا سا تھا، اور بیٹھنے کے لیے اس میں چار پائی اور ایک سر کنڈے کا بنا ہوا مونڈھا ہوتا تھا. حضرتؒ نے فرمایا کہ گورنر کو اس پر بٹھاؤ، تو پیچھے سے ایک عورت نے سلام کیا، بتایا گیا کہ گورنر کی بیگم بھی آئی ہے، فرمایا کہ مٹکا الٹا کر کے اس پر بٹھاؤ، تھوڑی دیر بیٹھے رہے اور باتیں سنیں، پھر انگریز نے کہا کہ ہمیں نصیحت کریں، تو آپ نے جواب میں فرمایا کہ دیکھو! حکومت کفر سے باقی رہ سکتی ہے لیکن ظلم سے باقی نہیں رہ سکتی، پھر اس نے کہا کہ ہمیں کوئی تبرک عطا فرمائیں اس دن اتفاقاً کوئی چیز ہی نہیں آئی ہوئی تھی، تو حضرتؒ نے اپنے طاق سے مٹی کا کوزہ منگایا اس کو الٹا کیا اور تھوڑے تھوڑے بتاشے ان کے ہاتھ پر رکھ دیئے اور دعا کرا کے چلے گیئے .تو حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میر دل ہوا کہ میں بھی ان کی زیارت کرلوں ملاقات کرلوں پھر پتہ نہیں ادھر آنا ہوا یا نہ ہوا، یہ اصول ہے کہ کہیں جانا ہو تو آدمی کوشش کرے کہ عصر کے وقت وہاں پہنچ جائے تا کہ میزبان کو اس کے کھانے اور ساری چیزوں کا بندوبست کرنا آسان ہو جائے، اور جو آدمی مغرب کے بعد پہنچ رہا ہو تو اس کو کھانا کھا کر جانا چاہیئے تا کہ میزبان کو تکلیف نہ ہو، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ میں نے گھوڑا خریدا کرایے کا، کوشش تھی کہ وقت پر پہنچیں گے لیکن راستہ غلط ہو کر اتنے بٹکے کہ عشاء کے بعد پہنچے، اطلاع ہوئی کہ آپ سے ملنے کوئی آدمی آئے ہیں آپ تشریف لے آئے اور کہا کہ یہ وقت آنے کا ہوتا ہے، سمجھ تو کچھ ہے نہیں ، ہر وقت جا پھرتے ہیں کچھ سوچ فکر ہی نہیں ہے، اس وقت ہم تمھارے لیے کھانا کہاں سے لاؤں گا، ہماری خوب ڈانٹ ڈپٹ کی، ہم بڑے خوش ہوئے کہ اللہ والوں کے ہاتھوں ہماری ڈانٹ ڈپٹ ہو رہی ہے اور ہمارا فائدہ ہو رہا ہے، ڈانٹ ڈپٹ کرنے کے بعد فرمایا کہ ان کے لیے میری بیٹی کے گھر سے کھانا لاؤ اور ان کو میرے ساتھ تخت پر بٹھاؤ، وہ آدمی کھانا ایک پیالہ میں لے آیا اور اس کے اوپر روٹیاں رکھی ہوئی ہیں تو حضرتؒ نے فرمایا کہ اس طرح کھانا لایا کرتے ہیں یعنی بدتمیزی سے کھانا لائے ہو، خیر کہتے ہیں کہ اس کے بعد بڑے

اشعار سنائے ، ایک سو بیس سال کی عمر، جب شعر پڑھتے تھے تو ایک زوردار نعرہ مارا کر تڑپتے تھے، بعض اللہ والوں کا جوشِ محبت ایسا ہوتا ہے کہ وہ قابو نہیں ہوتا اور وہ نعرے مارتے ہیں، کہتے ہیں کہ رات میں وہاں پر رہا کوئی ان کے لیے کوئی نہ کوئی چیز لے کر جاتا تھا کوئی گڑ، کوئی تمباکو، کیونکہ وہ حُقّہ پیتے تھے، حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں کہ مجھے پتہ نہیں تھا کہ کیا چیزیں لے کر جانی ہیں؟ مٹھائی کے پیڑے بنتے تھے میں وہ لے کر گیا، حضرتؒ بڑے خوش ہوئے اور کہا کہ ان پیڑوں کو رکھوان سے شربت بنا کر میں خود پیا کروں گا ہم بڑے خوش ہوئے کہ ہمارے ہدیے کہ قدر کی، اب ان کی عمر شائد ایک سو سترہ یا ایک سو اٹھارہ سال تھی، صبح ہوئی تو انھوں نے اپنے خادم کو کہا کہ فلانے، پانی لاؤ میرے لیے، مجھے غسل کی حاجت ہوگئی ہے. یعنی اس عمر میں بھی جذبات رہتے ہیں، میں ایک بزرگ سے ملا ہوں، ۱۹۷۳ء میں اس وقت ان کی عمر ۱۴۱ سال اور بیس سال کی عمر کا ان کا بیٹا تھا گویا وہ بیٹا ان کو اللہ تعالیٰ نے ۱۲۰ سال کی عمر میں دیا تھا، اور ۱۶۱ سال کی عمر میں ان کی وفات ہوئی ہے، بچے شرارتیں وغیرہ کرتے ہیں تو اس نے بھی کوئی شرارت کی ہوئی تھی تو ۱۴۱ سال کی عمر میں اس کی پٹائی کی، تو میں عرض کر رہا تھا کہ اس عمر میں بھی تقاضۂ نفسانی تھا، تقاضے کا ہونا کوئی بری بات نہیں مگر اس کا اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف استعمال ہونا یہ برائی کی بات ہے، ہمارے ایک ڈاکٹر صاحب کو نماز میں بھی دوسری شادی کرنے کے خیال آتے ہیں کہ دوسری شادی کب کرینگے؟ میں اس سے کہا کرتا ہوں کہ آپ کی نماز پر اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا، کوئی فکر نہ کریں جو کوئی دھیان آیا تو نماز میں جس سبق کو پڑھ رہا ہے اس کی طرف دھیان لگائیں کہ اس میں اللہ تعالیٰ کیا فرما رہے ہیں؟ اُس دھیان کو اِس دھیان سے ٹالیں، سو بار ایسا کریں تو آپ کو سو بار خشوع اور دھیان جمانے کا ثواب ہوگا.

جب رمضان کا مہینہ گزرا اور میں گھر پر گیا تو جو حالات شیطان نے پیدا کئے ہوے تھے تو واضح طور پر پتہ چل رہا تھا کہ بڑے شیطان ڈیوٹی پر آگئے ہیں اور اب ان کی منصوبہ بندی بالکل صحیح اور کامیاب جارہی ہے چھوٹے شطونگڑے اب نہیں ہیں اور بڑے شیطان ان کو کہتے ہیں کہ تم کیا بیوقوف ہو، کوئی منصوبہ تمھارا درست نہیں تھا تو میں عرض کر رہا تھا کہ نورانی حجاب ستّر ہزار ہیں اور ظلمانی اندھیرے والے دس ہزار ہیں تو خیر حضرت آدم علیہ السلام کو زمین پر اتارا گیا اور فرمایا کہ

بعضکم لبعض عدو ولکم فی الارض مستقر ومتاع الی حین

ترجمہ: تم میں سے بعضے بعضوں کے دشمن رہیں گے اور تم کو زمین پر چندے ٹھہرنا ہے۔ اور کام چلانا ایک معیادِ

معین تک۔

قلنا اهبطو ا منها جميعا فاما ياتينكم مني هد ى فمن تبع هداى فلا خوف عليهم و لا هم يحزنون

(ترجمہ: ہم نے حکم فرمایا نیچے جاؤ اس بہشت سے سب کے سب پھر اگر آوے تمھارے پاس میری طرف سے کسی قسم کی ہدایت سو جو شخص پیروی کرے گا میری اس ھدایت کی تو نہ تو کچھ اندیشہ ہوگا اُس پر اور نہ ایسے لوگ غمگین ہوں گے۔ بیان القران)

کہ انھیں جب زمین پر اتارا گیا اور پھر کہا گیا کہ وہ چیزیں جو آرام اور راحت سے دی گئی تھی اب مشقت کا دور شروع ہو گیا اس میں تم کھاؤ پیؤ وافر مقدار میں، جہاں سے کھاؤ اور جو کھاؤ، اور جو مفت کا کھانا پینا تھا اس سے فارغ ہو. اگر اللہ تعالیٰ چاہتا تو باقی جانوروں کی طرح انسان کو دن رات عبادت میں لگا کر اس کی روزی کا بندوبست بغیر اسباب کے فرماتا، لیکن اس کی آزمائش اُس میں تھی کہ اس کو روزی کا محتاج بنایا جائے اور روزی خود حاصل کرے ورنہ اللہ تبارک وتعالی نے بنی اسرائیل کو چالیس سال تک اپنی طرف سے من وسلویٰ کھلایا تو وہ سارے انسانوں کو کھلا سکتا تھا اب بھی عبادت والوں کا اور صوفیاء کا ایک گروہ جو ہر چیز سے مکمل فارغ ہو کر دن رات عبادت میں لگ جاتے ہیں انھیں ایسے اللہ پالتا ہے اور ایسا اللہ تعالیٰ غیب سے روزی کا بندوبست فرماتا ہے کہ روزی کمانے والے اور اپنے آپ کو تھکانے والے حیران رہ جاتے ہیں، میں ابھی خورشید صاحب کو سنا رہا تھا کسی کا واقعہ کہ وہ کہتے ہیں میرا ایک دوست آیا اور اس نے کہا کہ رات کا کھانا میرے ساتھ کھاؤ ورنہ میں ناراض ہو جاؤں گا تم سے، کہتے ہیں میں کھانا کھانے کے لیے گیا تو اس نے کہا کہ تو نے تو ساری زندگی وقف کر لی ہے، مگر کھاتا کہاں سے ہے؟ میں نے اس سے کہا کہ آج شام کا کھانا تو اللہ تعالیٰ آپ کے ہاں سے کھلا رہا ہے اور کل کا پھر دیکھیں گے. میں کوئٹہ گیا وہاں مستونگ ایک جگہ ہے ایک آدمی نے کہا کہ فلاں بزرگ آرہے تھے ہمارا خیال ہوا کہ ہم گاڑی لے کر جائیں اور ریل سے اترنے کے بعد لے کر آئیں تا کہ ان کو تکلیف نہ ہو، جب ہم وہاں پہنچ گئے تو چالیس گاڑیاں پہلے ہی پہنچی ہوئیں تھیں ہمارا اکتالیسواں نمبر تھا ہندوستان کے مولانا عبیداللہ صاحبؒ ہوتے تھے، حضرت مولانا الیاس صاحبؒ کے خاص مرید، شاگرد اور خاص تربیت یافتہ تھے ان کی تشکیل تھی جنوبی ہند میں حیدرآباد دکن کی طرف. اتنے پیسے تھے کہ ٹکٹ لیا اور بیٹھ گئے گاڑی میں، کھانے کے لیے کچھ بھی نہیں ہے، فرماتے تھے بہت بھوک لگی، پاس والے آدمی نے ڈائنگ کار کا کھانا منگوایا کھانے

کے بعد بچا ہوا کھانا سیٹ کے نیچے چھوڑ دیا اور لیٹ گیا مجھے نفس نے کہا کہ اب وہ تو اس کھانے سے دست بردار ہوگیا ہے اور فالتو ہوگیا ہے اس کو اٹھا کر کھالو، پھر دل مین آیا کہ یہ علم اور علماء کے وقار کے خلاف ہے جس شکل وصورت اور حلیہ میں ہوں اس کو میں نہیں کر سکتا، سارا سفر بھوکا طے کیا جونہی اسٹیشن پر اترے سبحان اللہ اتنے لوگ استقبال کے لیے آئے ہوئے ہیں اور ایسا اعزاز ہورہا ہے کہ سبحان اللہ. دنیا والوں کو پریشان ہونا پڑتا ہے، جھک مارنا پڑتا ہے، جھوٹ بولنا پڑتا ہے فریب و دھوکہ بازی کرنی پڑتی ہے اور اللہ والوں کی منتیں کرتے ہیں خوشامد کرتے ہیں، ہمارے حضرت احمد علی لاہوریؒ کے ایک بیٹے مولانا حبیب اللہ صاحب مکہ مکرمہ میں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے ان کے خاندان کو روحانی لحاظ سے بہت نوازا تھا اور خاص کر ان میں حلال اور حرام کھانے کی تمیز میں بڑا ادراک ہوتا تھا، حبیب اللہ صاحب کسی کا کھانا قبول نہیں فرماتے تھے. بلکہ اپنا جو دال ساگ وغیرہ ہوتا اس پر گزارا کرتے تھے ایک دفعہ ایک تاجر نے کہا کہ حضرت کبھی ہم ذلیلوں کی بھی کوئی چیز قبول فرمالیں، اس نے ایسے عاجزانہ طریقے سے کہا تو مولانا صاحب نے سوچا ایسا نہ ہو کہ اللہ کے غضب میں آجاؤں، انھوں نے اس کا کھانا کھالیا فرمایا کہ سات دن تک اس کھانے نے باطن کی روشنی کو خراب کیا اور اس کا اثر باقی رہا. اگر تو نفس کے تقاضوں، نفس کی چاہتوں کے لیے اللہ تعالیٰ کے احکامات کو توڑتا ہے اگر تو اس کو چھوڑ دے اور اللہ تعالیٰ کے احکامات پر کمر باندھ کر کھڑا ہوجائے اور کہے کہ اس کے لیے فاقے، بھوک و پیاس برداشت کروں گا اور اس کے لیے جان دینے کے لیے تیار ہوں گا تو اللہ تعالیٰ ساری کائنات کو تیرے لیے مسخر کرے گا، دنیا تیری قدموں میں آئے گی، منت کرے گی اور ذلت اختیار کرے گی، قباچہ بادشاہ ملتان کا بڑا ظلم کررہا تھا تو علماء نے سلطان شمس الدین التمش کو خط لکھا کہ آپ لشکر کشی کرکے اس کو اقتدار سے معزول کریں کہ اس نے ظلم کی انتہا کردی خط پر باقی علماء کے علاوہ حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کے دستخط بھی تھے خط پکڑا گیا اس نے ایک ایک کرکے بلایا پوچھ گچھ کی اور ان کو شہید کردیا جب حضرت بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ کی باری آئی تو انھوں نے فرمایا کہ بادشاہ اپنی جگہ ہوشیار رہو تم میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے ہو، اور بادشاہ پر لرزہ طاری ہوگیا اور کہا کہ ان کو چھوڑ دو جانے دو.

اس دن مین ڈیرہ اسماعیل خان گیا، وہاں ایک بزرگ ہیں کوئی ۱۰۲ یا ۱۰۴ سال ان کی عمر ہے انھوں نے کوئی سات مہینے پہلے پیغام دیا تھا کہ مجھ سے ملنے کے لیے آؤ، میں نے عرض کیا کہ پیغام ملا تھا لیکن میرا آپریشن ہوا تھا، اب اللہ نے توفیق دی تو حاضر ہوگیا ہوں انھوں نے فرمایا کہ بڑا احسان کیا کہ آپ آئے، میں

بوڑھا ہو گیا ہوں توجہ نہیں کرسکتا، (توجہ ہمارے تصوف کا ایک طریقہ ہوتا ہے، بڑھاپے میں قویٰ کمزور ہو جائیں تو پھر آدمی توجہ نہیں کرسکتا) انھوں نے کسی بادشاہ کا نام بتایا کہ یہ بہت گڑ بڑ کرتا ہے توجہ کر، کہ یہ اندر سے ذرا ہلے اس کو تنبہ ہو جائے اور پھر گڑ بڑ نہ کرے، پھر دوسرے حالات سنانے لگے کہ ختم نبوت کی تحریک میں علماء اور مشائخ کو گرفتار کیا اور ان کو جیلوں میں ڈالا گیا دوسرے دن جیلر آیا اور کہا کہ فلاں کون ہیں ان کو نکالو اور باہر کرو، باقی علماء نے کہا کہ آپ باہر کیسے چلے گئے تو انھوں نے کہا کہ ہاتھ میں ڈنڈا ہو تو کتا کیسے آدمی کو تنگ کرے، ہم نے رات کو جو توجہ کی تو ایک دفعہ اس کو اٹھایا چھت کی طرف اور پھر دھڑام سے اس کو زمین پر گرایا پھر دوسری اور تیسری بار، جیلر نے کہا کہ یہ ساری اُس کی گڑ بڑ ہے صبح اس نے مجھے باہر نکالا، میں نے کہا کہ اب حضرت صاحب کو کیا پتہ ہے کہ ہم کیا توجہ کریں قنوتِ نازلہ، وتروں میں پڑھتا ہوں ہر روز اور خاص کر ان فرمانروایئوں پر پڑھتا ہوں جو آج کل امتِ مسلمہ کی بیخ کنی پر کمر بستہ ہیں یہ ہمارے ذمے ہیں باقی کسی اور کے ذمے ہیں. دریائے سندھ کے پاس ایک جگہ ہے جس کو نیلاب کہتے ہیں یہاں پر جلال الدین خوارزم شاہ اور چنگیز خان کا آخری مقابلہ ہوا تھا یہاں ایک جگہ ایسی ہے جہان سردیوں میں پانی بہت سکڑ جاتا ہے یہاں پر کوئی صاحب آئے تو ان کو کہا کہ آپ آگے نہیں جاسکتے، یہ تو اٹک ہے، اردو میں اٹک کا مطلب ہے کسی چیز یا کام کا روک دینا اور یہ دریائے اٹک ہے کہ آدمی کو روک دیتا ہے ان صاحب نے کہا کہ "اس کے لیے اٹک جس کے دل میں اٹک" اور گھوڑے سمیت ماری چھلانگ اور پار چلے گئے "گھوڑا ترپ" اس مقام کو کہتے ہیں ترپ پنجابی میں چھلانگ لگانے کو کہتے ہیں، تو یہ ساری کی ساری اٹک ہماری آپ کی اٹک ہے، ہمارے اور آپ کے باطن کی اٹک ہے جو کاموں کو روکتی ہے جس سے باتیں بگڑتی ہیں حالات خراب رہتے ہیں اگر یہ اٹک دور ہو جائے تو ساری چیزیں تیری تابعدار ہو جائیں، اب دنیا میں انسان کو بطور آزمائش کے بھیجا گیا، روزی کمانا اس کے ذمے لگائی اس کی سب سے بڑی مجبوری. جو اللہ کی صفتِ ربّ ہے وہی انسان کی سب سے بڑی مجبوری ہے اور اسی مین آزمائش ہے کہ یہ اپنی ضروریات کیسے پوری کرتا ہے، ہمارے ایک مولوی صاحب نے کہا کہ میں نے زندگی وقف کی بستی نظام الدین دہلی میں حضرت مولانا یوسفؒ کے پاس، انھوں نے فرمایا برخوردار چلنے کے تین طریقے ہیں وہ میں آپ کو بتاتا ہوں اس میں سے تمھاری مرضی جو اختیار کرتے ہو، ایک یہ کہ اللہ کے دین کے کام کو بطور پیشہ اختیار کرلو یعنی اپنی ساری استعدادوں اور صلاحیتوں کو، دن رات، اٹھنا بیٹھنا، سونا جاگنا، اسی پر لگا دے کہ اعلائے کلمۃ اللہ پھیلے اور اللہ تعالیٰ کے دین کا بول بالا ہو، انسانوں میں

اصلاح وتقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا تعلق پیدا ہو، اور اس کے لیے اس کی ساری فکر لگ جائے. ایسے اللہ والے بھی ہیں، کہ جتنی کوششیں ہم اور آپ اپنی دکانوں، کاروبار اور پڑھائی کے لیے بھی نہیں کرتے جتنی یہ اللہ والے اللہ کے دین کے لیے کر رہے ہوتے ہیں. حضرت جیؒ نے فرمایا کہ جو آدمی دین کا کام اس ترتیب پر کرے کہ اس کے لیے جان تک لڑا رہا ہے کہ جس طرح صحابہ کرامؓ نے جان دے کر قتال کیا اور بدر وحنین کے معرکے گرم ہوئے، تو جو آدمی دین کا کام اس حد تک کر رہا ہو، اس کی روزی کا اللہ تعالیٰ مالِ غنیمت سے بندوبست کرواتے ہے، اس کو روزی مال غنیمت سے ملتی ہیا اور اس کا معاوضہ ایک دکان، سو یا پانچ سو جریب، مربع اور دو مربعے زمین نہیں ہوتے ہیں ہمارے حضرت مولانا صاحبؒ ایک شعر پڑھا کرتے تھے کہ؛

حیف کہ کھویا گیا تجھ سے فقیری کا راز

ورنہ ہے مالِ فقیر سلطنتِ روم وشام

مملکتوں کے دروازے ان کے سامنے کھولے جاتے ہیں اس کا معاوضہ گورنریاں ہوتی ہیں، تاج وتخت ہوتا ہے ایسے تو کسی نے نہیں کیا ہے کہ؛

دنیا میں تو دو ہی ٹھکانے ہیں آزاد منش انسانوں کی

یا تخت جگہ آزادی کی ، یا تختہ جگہ ٔ آزادی

اللہ تبارک تعالیٰ ان کو تختوں پر بٹھاتا ہے اور جس کو خاص نوازنا چاہے تو وہ تختہ ہوتا ہے جس پر جان دے کر، اپنا خون گرا کر سرخرو ہو جایا کرتا ہے اور یہ اعزاز ہر کسی کو نہیں دیا جاتا، وہ اردو والے لوگ کہتے ہین کہ ہم پھٹیچر قسم کے لوگوں میں شامل ہیں تھوڑی سی کسی نے حرکت کی، تھوڑا سا کسی نے کام کیا تو بہت کچھ اللہ نواز دیتا ہے، کوئی تکلیف ہی نہیں آتی، ہم اور آپ ان لوگوں میں نہیں ہے فکر نہ کرو. صحابہ کرامؓ مکہ مکرمہ سے بے دست وپا کر کے نکالے گئے اور مدینہ منورہ میں پیٹوں پر پتھر باندھ کر فاقے کاٹے، پیوندوں پر پیوند لگا کر کپڑے پہنے اتنی مشقتوں کے حالات انھوں نے گزارے لیکن اللہ تعالیٰ نے کفار کا سارا کمایا ہوا مال ان کے قدموں میں ڈالا، کفار کے ممالک کے دروازے کھولے، گورنریاں خالی پڑی ہوتیں تھیں آدمی اس کے لیے ملتے نہیں تھے، یا یہ فقراء اس کے لیے جاتے نہیں تھے، کہ ایک گورنر اپنا سال پورا کر کے اپنی آڈٹ رپورٹ کے لیے آئے حضرت عمر فاروقؓ کے پاس، تو انھوں نے ان سے کہا کہ ماشاء اللہ آپ نے اچھا کام کیا ہم آپ کو دوبارہ بھیجنا چاہتے ہیں تو انھوں نے کہا کہ اے امیر المومنین میں پھر آپ کی گورنری کے لیے نہیں جاؤں گا، انھوں نے کہا کہ آپ کی

گورنری میں میری زبان کا عمل خراب ہوا کہ ایک دن میں نے ایک آدمی کو بُرا بھلا کہہ دیا تو اس لیے تیری گورنری نے میری زبان کا عمل خراب کیا، حضرت جیؒ نے فرمایا کہ دوسرا درجہ کام کا یہ ہے، کہ آدمی اپنے نفس کے تقاضوں کو مٹا کر دن رات اپنی استعدادوں کو استعمال کر کے دین کا کام کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کو روزی ہدیہ سے دے گا لوگ منتیں کر کر کے آپ کو دیں گے، اور تیسرا درجہ یہ ہے کہ کوئی کام کرو اس میں سچ بولو، اللہ تعالیٰ کے احکامات اس میں پورا کرو کمائی اور زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت کرو، انھوں نے کہا کہ پہلا درجہ قتال والا تو تھا نہیں لہذا دوسرے درجہ کی میں نے نیت کر لی، ان کی زندگی میں نے دیکھی ایک دفعہ یہاں آئے تو انھوں نے کہا کہ میں باہر ملک جماعت میں جانا چاہتا ہوں، دل کا مریض ہوں مشورہ والوں نے کہا کہ آپ کو نہیں بھیجتے، آپ کے پاس آیا ہوں کہ میرے کچھ ٹسٹ (معائنے) کروالے اور رپورٹ تیار کروادیں کہ میں فٹ ہوں، میں ان کو لے کر ہسپتال گیا تو پتہ چلا کہ آج تو ہڑتال ہے کوئی کام نہیں کرتا اور اگر کوئی کرے تو ڈاکٹر آ کر بُرا بھلا کہتے ہیں کہ ہماری ہڑتال خراب کرتا ہے اب ان کے تین ٹسٹ ای سی جی، ای ٹی ٹی اور ایکو وغیرہ کروانے ہیں دل کی بجلی معلوم کرنا، ورزش کر کے دل کا حال معلوم کرنا اور دل کی دیواروں کو مشین سے دیکھنا، میں نے کہا کہ اللہ کا بندہ آیا بھی ایسے دن کہ ہڑتال ہے، خیر میں ایک جگہ گیا وہاں ڈاکٹر صاحبان بیٹھے تھے انھوں نے کہا آیئے ڈاکٹر صاحب کس طرح آنا ہوا؟ میں نے کہا کہ اس طرح یہ حاجی صاحب آیا ہوا ہے، انھوں نے کہا کہ اس آدمی کا کام کرو کہ ڈاکٹر صاحب آیا ہوا ہے، تقریباً دن کے ایک بجے سارے ٹسٹ مکمل ہو کر کام ختم ہوا، وہ بڑے خوش ہوئے، میں نے کہا کہ باقی لوگوں کے ساتھ آتا ہوں تو یہ کام تین دنوں میں ہوا کرتا ہے اب آپ کے ساتھ برکت ہے کہ ہڑتال والے دن آپ کا کام ہو گیا کیونکہ وہ دوسری ترتیب والا آدمی تھا ان کے سارے کاموں نے غیب سے ہونا تھا، انھوں نے خود بتایا کہ میں باہر ملک جماعت میں گیا وہاں سے حج پر آیا میرے سارے پیسے ختم ہو گئے سارے بزرگ ٹکٹ لے کر واپس آ گئے اور مجھے کسی نے پوچھا ہی نہیں کہ تو بھی جائے گا یا نہیں، اکیلے رہ گیا، شدید بھوک ہے آبِ زم زم پیتا ہوں ص نوافل پڑھ کر جتنی دین کی بات کسی کو کہنا ہو کہہ دیتا ہوں اور پھر آبِ زم زم پیتا ہوں کہ آبِ زم زم کے بارے میں یہ ہے کہ آپ جس نیت سے آپ اس کو پیئیں وہی حاصل ہو گی، نہ کھانے کا بندوبست نہ اور کوئی بندوبست، تین دن گزر گئے (بیان جاری ہے)

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

سرکاری ملازم اور اس کے کردار کی اہمیت

حضرت مولانا محمد اشرف سلیمانیؒ

ہر طبقہ جو زندگی گزار رہا ہے ان کے لیے خصوصی حالات اور ماحول ہوتا ہے اور ان حالات اور ماحول پر عبور حاصل کرنے کے لیے بعض خصوصیات کی موجودگی کی ضرورت ہوتی ہے۔ اور اپنے فرائض منصبی کی ادائیگی کے لیے ایک خاص کردار اپنانا پڑتا ہے۔ جہاں تک کہ سرکاری ملازم کی ذمہ داری اور فرائض منصبی کا تعلق ہے اس کے تین رخ ہیں ایک ہے ذاتی مفادات یعنی اپنی شخصیت اور علمیت یا بالفاظ دیگر اپنے فن میں صلاحیت یہ تو ذاتی چیزیں ہوئیں چونکہ یہ سرکاری ملازم ہے۔ اس لیے اس کے فرائض منصبی کا ایک رخ عوام الناس کے ساتھ رابطہ کی شکل میں ہے اور دوسرا رخ حکومت وقت کے ساتھ ہے اور سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رخ وہ تعلق ہے جو اس کا اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ ہے ان تینوں رخوں کو تھوڑا تھوڑا اپنے ذہن میں رکھے تو مسلمان سرکاری ملازم کے لائحہ عمل کو سمجھنے میں آسانی ہوگی یہ ایک نفسیاتی حقیقت ہے کہ ہر شخص سب سے پہلے اپنے مفادات کو مدنظر رکھتا ہے ہمارے ہاں تعلیم کا مقصد حصول ملازمت اور ملازمت کا مقصد حصول مفاد ہے اور اس کے ذریعہ سے اپنی ضرورتوں کو پورا کرنا ہے۔ شخصی ضرورتیں کسی طور پر پوری ہو جائیں اس لیے ہم ملازمت کرتے ہیں حکومت کا تقاضا تم سے یہ ہے۔ کہ تم سرکاری ملازم کی حیثیت سے حکومت کے مفادات اور پالیسی کے مطابق اپنے فرائض منصبی کو ادا کرو۔ سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رخ جو ہے وہ یہ ہے کہ یہ سب سے پہلے مسلمان ہے عبداللہ یعنی اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے۔ پہلے اللہ تعالیٰ کا بندہ ہے اور پھر نفس کا بندہ ہے اس احساس سے کہ میں مسلمان ہوں اور اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں ذہن بدل جاتا ہے اس سے زندگی میں تغیر اور تبدل آجاتا ہے اور سرکاری ملازم ہر کام سے پہلے یہ دیکھتا ہے کہ جو کام میں کر رہا ہوں اس سے کہیں اللہ تعالیٰ تو ناراض نہیں ہو رہے ہیں اور اس کی اسلام نے اجازت دی ہے یا نہیں۔ جن کو صرف اپنا مفاد ہی دکھائی دیتا ہو۔ وہ حکومت اور پبلک کے مفاد کو نہیں دیکھتے اور اپنے مفاد کے لیے بعض اوقات ملک سے بھی غداری کر بیٹھتے ہیں۔

اسلام سرکاری ملازم سے پہلے یہ مطالبہ کرتا ہے۔

۱۔ کہ تم پہلے اللہ تعالیٰ کے بندے ہو۔

۲۔ پھر ملک کے ملازم اور وفادار ہو۔

۳۔ اور پھر آخر میں اپنے نفس کے بندے ہو۔

اگر ہم ان تینوں فرائض کو اپنا مقام دے دیں۔ تو اللہ تعالیٰ بھی خوش ہوگا۔ ملک بھی خوش ہوگا۔ اور سرکاری ملازم بھی خوش ہوگا۔ ذاتی مفادات حدود کے اندر ہوں۔ تو برے نہیں کون کھانا نہیں کھاتا۔ کون کپڑا نہیں پہنتا۔ مکان نہیں چاہتا یہ طبعی مطالبات اور ضروریات ہیں اگر ان سے کسی کو روکا جائے تو فطرت بغاوت کرتی ہے۔ ہم کہتے ہیں۔ کہ جب خدا کے مفاد اور ملکی مفاد سے شخصی مفاد ٹکراتا ہو۔ تو اپنے ذاتی مفاد کو پیچھے کرو۔ اللہ تعالیٰ کے تو حقیقتاً اپنے ذاتی مفادات ہے ہی نہیں۔ ہم اپنے ذاتی مفادات کے حصول میں جب حدود سے آگے بڑھتے ہیں۔ تو ٹکراؤ پیدا ہوتا ہے۔ ایک چیز ہمارے ملک میں چل پڑی ہے۔ جس کو معیار زندگی کی بلندی کہتے ہیں۔ جس کا تصور یہ ہے کہ جس کے پاس بنگلہ، موٹر اور بینک بیلنس ہوگا وہ بڑا آدمی ہوگا۔ اسی سونے کے پنجرہ کی وجہ ہے کہ آج ہم سب پھڑا پھڑا رہے بلکہ ٹکریں مار رہے ہیں۔ اور اپنے جسموں اور سروں کو زخمی کرتے ہیں۔ چونکہ اس خیالی معیار زندگی کی بلندی تک پہنچنے کے لیے ہماری تنخواہیں کفایت نہیں کرتی ہیں۔ تو اس کے نتیجہ کے طور پر پہلا رخنہ ہماری دیانت میں پڑتا ہے۔ اور اس سے کچھ قباحتیں وجود میں آتی ہیں۔ جس میں ایک رشوت ہے۔ اور دوسری چیز خصوصی مراعات جس سے ہم اپنے معیار زندگی کو بلند کرتے ہیں۔ اسلام آپ کو آدم کے ابتدائی لباس کی حالت میں واپس نہیں لے جاتا نہ آپ کو پتھر کے زمانہ کے انسان کے مقام پر لے جاتا ہے۔ لیکن اس بات کی بھی اجازت نہیں دیتا کہ اس لباس و پوشاک اور خوراک کے حصول کے لیے آپ اپنی امانت و دیانت کو داؤ پر لگا دیں۔ جس سوسائٹی میں امانت اور دیانت، راست بازی کی قدر نہ ہو۔ اور صرف لباس اور مکان سے انسانوں کو تولا جاتا ہے۔ وہ سوسائٹی بہت گری ہوئی اور پست ہے۔ اس کی مثال حضرت شیخ سعدیؒ کی دعوت کی طرح ہے۔ حضرت شیخ سعدیؒ کی کسی نے دعوت کی۔ تو بہت ہی سادہ کپڑوں میں چلے گئے۔ دربان نے فقیر سمجھ کر اندر جانے کی اجازت نہ دی۔ اور آپ کو واپس کر دیا۔ واپس آکر شیخ سعدیؒ نے بہت اعلیٰ اور نفیس کپڑے پہن لئے اور واپس چلے گئے۔ اس دفعہ دربان نے بہت عزت و اکرام کے ساتھ اندر جانے کی اجازت دی جب کھانا پیش ہوا۔ تو حضرت شیخ سعدیؒ اپنے آستینوں کو سالن میں ڈبو رہے ہیں۔ جب پوچھا گیا۔ کہ یہ کیا حرکت کر رہے ہو۔ تو کہا کہ دعوت تو میری نہیں ہوئی ہے۔ بلکہ کپڑوں کی ہوئی ہے۔ ورنہ میں تو اس سے پہلے بھی آیا تھا۔ اسلام میں بلندی اور عزت دولت کی بنیاد پر نہیں ہے ہمارے ایک دوست کہتے تھے۔ کہ مولانا میرے لئے دُعا کرو۔ کہ تین بی (Bs) مل جائیں۔ یعنی بینک بیلنس، بنگلہ اور بیگم اسی طرح جب معیار زندگی کی بنیاد مال و دولت ہو تو اس کے لئے ہر جائز و ناجائز اقدام کو

کرے گا۔ایک معیار زندگی کی بلندی اللہ تعالیٰ اور اسلام کے نزدیک ہے جس کے متعلق قرآن میں آتا ہے۔
ان کرمکم عند اله اتقاکم(کہ تم میں اللہ کے نزدیک مکرم اور عزت والا وہ ہے۔جو متقی ہو تو ایک معیار زندگی تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ ہے چاہے مال ہو یا نہ ہو۔عہدہ ہو یا نہ ہو۔میرے آقا حضرت محمد ﷺ نے ایک مقام پر ارشاد فرمایا ہے۔

ان الله لا ینظر الی صورکم و اموالکم ولکن ینظر الی قلوبکم و اعمالکم

کہ اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔بلکہ تمہاری نیتوں اور عملوں کو دیکھتے ہیں۔ایک ڈگر چل پڑی ہے۔جس میں نہ آپ قصوروار ہیں اور نہ ہم قصوروار ہیں۔لیکن میراث میں ملی ہے۔اور وہ یہ ہے۔ کہ عزت اس کی ہے کہ جس کے کپڑے قیمتی ہوں۔مکان عالی شان ہو۔سواری عمدہ ہو دیانت داری اور اخلاق کی اہمیت جاتی رہی۔قرآن کریم جو ایک ملازم کے اندر صفات کو دیکھنا چاہتا ہے۔اس کے متعلق حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بارے میں کہا ہے۔

ان خیر من استاجرت القوی الامین

یعنی ملازم میں یہ دو صفتیں ہوں۔کہ وہ قوی ہو۔یعنی جو کام اس کے سپرد کیا جائے۔اس کا اہل ہو۔یعنی یہ نہیں کہ ڈاکٹر کی جگہ انجینئر اور انجینئر کی جگہ ڈاکٹر لگا دیا جائے۔ڈاکٹر کی قوت انجینئر کی جگہ اور انجینئر کی قوت ڈاکٹر کی جگہ کام نہیں آئے گی۔اگر آپ مجھ کو سائنس کا لیکچرار لگا دیں۔تو میں کیا پڑھاوٴں گا۔قوی سے مُراد وہ استعدادیں صلاحیتیں اور کمالات ہیں کہ جو کام اس کو سپرد کیا جائے۔اس کو خوش اسلوبی سے پورا کرے۔آپ ماشاء اللہ صلاحیتوں اور کمالات کے لحاظ سے ملازمت کے اہل ہیں۔اور استعداد کے لحاظ سے حقوق کامل طور سے ادا کر سکتے ہیں۔قرآن نے ملازم کے لئے جو دوسری شرط عائد کی ہے۔وہ امانت ہے۔امین صرف وہی نہیں جو مال میں خیانت نہ کرتا ہو۔بلکہ جو کام ذمہ لگایا گیا ہے۔آپ اس کے کرنے میں اپنی پوری صلاحیتوں کو بروئے کار لاتے ہیں امانت کا ایک دوسرا رُخ یہ بھی ہے۔کہ جب آپ کے اپنے مفادات سامنے آتے ہیں جس کا سب سے پہلا حملہ آپ کی امانت اور دیانت پر ہوتا ہے۔اور یہ ذاتی امانت اور دیانت کبھی مال کے لالچ کی وجہ سے ضائع ہو جاتی ہے۔اور خوف کی وجہ سے۔آپ کے بڑے کبھی اپنے مفاد کے لئے آپ سے کام کروائیں گے۔اور آپ ان کو خوش کرنے کے لئے یا ان کے شر سے بچنے کے لئے ناجائز کام کریں گے۔ حالانکہ یہ صحیح نہیں ہے۔

غیر اللہ را مسلمان بندہ نیست

پیش فرعونے سرِافگندہ نیست

کہ مسلمان غیر اللہ کا بندہ نہیں۔اور وہ کسی فرعون کے سامنے گردن نہیں جھکا تا ہے۔

حدیث میں آتا ہے۔

کہ سب سے افضل جہاد جو ہے وہ کسی جابر بادشاہ کے سامنے حق بات کا کہنا ہے۔ایک صاحب افسر ہے۔میں اس کا ماتحت ہوں۔مُجھ سے مطالبہ کیا کہ فلاں مد میں اتنی رقم لے لو۔اس میں تمہارا بھی فائدہ ہے۔کہ نصف تمہارا ہوگا اور نصف میرا ہوگا۔میں جھک گیا بات مان لی۔اپنی دیانت بھی خراب کی اور ملک کے ساتھ بھی ظلم کیا۔اور اللہ تعالیٰ کے ساتھ بھی غداری کی حالانکہ ایسے حالات میں دب کر بات نہیں ماننی چاہئے۔ایسی حالت میں ہم کہتے ہیں۔کیا کریں۔معاشرہ سارا کا سارا ایسا ہوگیا۔پورا ماحول بگڑ گیا ہے۔سب ہی کھا رہے ہیں۔اکیلا میں اگر بد دیانتی نہ کروں تو کونسا پہاڑ پھاڑوں گا۔ایسے مقام پر دامن بچا کر لے جانا افضل جہاد ہے۔خوف کے بعد دوسری بات لالچ ہے اس میعار زندگی کی بلندی کے پھندے نے ہم سب کو ہلاک کیا پریشانیاں سب کو لاحق ہیں۔لیکن بہت کم لوگ ہیں جن کے ذہن آسودہ حال ہیں۔اور وہ قانع اور مطمئن ہیں حالانکہ ہر ایک جس درجہ پر ہے۔اس سے اُونچے درجے کے پیچھے بھاگ رہا ہے۔قرآن کریم نے ایک مثال دی ہے۔کہ حضرت داؤدؑ کے پاس ایک مقدمہ پیش ہوا۔ایک آدمی کے پاس ۹۹ دُنبیاں تھیں۔اور ایک آدمی کے پاس صرف ایک دُنبی تھی۔وہ ۹۹ دُنبیوں والا کہتا تھا کہ یہ ایک دنبی بھی مجھے دے دی جائے کہ میری پوری سو دنبیاں ہو جائیں۔انسان کا پیٹ سوائے قناعت کے نہیں بھر سکتا۔اگر موجودہ وقت میں بھی کوئی ٹھان لے کہ چاہے کچھ بھی ہو میں خیانت نہیں کروں گا۔تو اللہ راستے کھول دیتا ہے۔فلاں کے پاس کار ہے ہمارے پاس نہیں کہاں سے آئی۔آپ بھی ملازم میں بھی ملازم۔اور شاید کہ گریڈ اور تنخواہ میری زیادہ ہو۔آج کل فائل ایک دفتر سے دوسرے دفتر تک مہینوں میں پہنچتی ہے۔اس لئے تو ایسی صورت حال میں نہ آپ خوش نہ پبلک خوش۔قرآن نے قوی اور امین کی شرط سرکاری ملازم کے لئے رکھی ہیں۔اسی طرح جب یوسفؑ کو مصر کے خزائن سپرد ہوئے۔تو فرمایا۔انی حفیظ علیم

کہ مجھے زمین کے خزانوں پر نگران مقرر کرو۔اور اس کی وجہ یہ فرمائی کہ میں حفیظ بھی ہوں اور اس کو چلانے کا علم بھی رکھتا ہیں۔یعنی خزائن کے چلانے کا فن بھی جانتا ہوں یعنی سرکاری ملازم کے لئے اس فن کا ماہر بھی ہونا

ضروری ہے۔اوراس کا حفاظت کرنے والا بھی ہو۔یعنی وقت کی بھی حفاظت کرے مال کی بھی حفاظت کرے اورملک وقوم کے مفادات کی بھی حفاظت کرے۔اگر خادم قوم سچ مچ کا خادم قوم بن جائے تو قوم کا سردار بن جائے گا۔سید القوم خادمھم۔اگر قوم اور پبلک کو سچ مچ اس بات کا یقین ہو جائے۔کہ یہ ملازم یا افسر ہمارا مفاد چاہتا ہے۔اور ہمارا خیر خواہ ہے تو محبوب بن جاؤ گے۔

ہر کہ خدمت کرد او مخدوم شد

ہر کہ خود را دید او محروم شد

کہ حقیقتاً جو خادم ہوتا ہے۔وہ آخرش مخدوم ہو جاتا ہے۔عبادات سے جنت ملتی ہے۔اور خدمت سے اللہ تعالیٰ ملتے ہیں۔

درد دل کے واسطے پیدا کیا انسان کو

ورنہ طاعت کے لئے کچھ کم نہ تھے کروبیاں

پس سرکاری ملازم کے لئے یہ چار صفات بہت ضروری ہیں۔کہ قوی، امین، علیم اور حفیظ ہو۔حکومت کے بھی کچھ مفادات ہوتے ہیں۔اور اگر حکومت اچھی ہو۔ملک وقوم کی خیر خواہ ہوتو اس کے مفادات بھی حقیقتاً پبلک کے مفادات ہوں گے۔اور اگر حکومت ایسی ہے۔کہ ایک خاص طبقہ کے مفادات کو آگے بڑھاتی ہو۔اور پورے عوام کے مفادات کو ضائع کرتی ہو۔تو پھر وہ حکومت حکومت ہی نہیں۔اگر ہم یہ سمجھتے ہوں کہ حکومت کے اس اقدام سے سارے عوام کا فائدہ ہوگا۔تو دیانت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کام کو اچھی طرح سے کریں۔اگر حکومت کے اقدام غلط ہوں۔تو پھر کُھل کر بتانا چاہیئے۔کہ یہ اقدام غلط ہے۔اس میں ملک وقوم کا نقصان ہے۔بعض اوقات حکومت کسی پالیسی کو نافذ کرنا چاہتی ہے۔وہ غلط ہوتی ہے۔لیکن ہماری لبوں پر تالے لگے ہوتے ہیں۔اور جب وہ بات واقع ہو جاتی ہے تو پھر حکومت پر عیوب تھوپتے ہیں بیداری ذہن بیداری قلب اور بیداری علم کا ہونا ضروری ہے۔

آئین جوان مرداں حق گوئی وبیباکی

اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

بعض اوقات ذاتی مفادات پر بات آتی ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتے ہیں۔جو ذاتی مفادات پر قوم وملک کے مفادات کو آگے کرتے ہیں۔اگر کوئی افسر بھی غلطی کرے تو چھوٹوں کو بھی اس کا ٹوکنا چاہیئے۔ایک

دفعہ حضرت امیر المومنین حضرت علیؓ پر ایک یہودی نے جھوٹا دعویٰ کیا وہ حضرت علیؓ کو آزمانا چاہتا تھا۔ یہودی کا یہ دعویٰ تھا کہ حضرت علیؓ کے پاس جو زرہ ہے۔ وہ میری ہے۔ حضرت علیؓ قاضی شریح کی عدالت میں پہنچے امیر المومنین تھے لیکن قاضی صاحب نے حضرت علیؓ کو کوئی کرسی وغیرہ پیش نہیں کی اور جس طرح یہودی عدالت میں کھڑا رہا۔ اسی طرح حضرت علیؓ بھی کھڑے رہے۔ اور فیصلہ یہودی کے حق میں کیا۔ فیصلے کے بعد قاضی نے حضرت علیؓ سے معذرت کی کہ عدل کی وجہ سے آپ کو کوئی کرسی وغیرہ پیش نہ کر سکا۔ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر آپ ایسا کرتے تو جہاں میں کھڑا تھا وہاں آپ مجرم کی حیثیت سے کھڑے ہوتے۔ ہمارے ہاں یہ بات نہیں کہ جو جس طرح کرے ان کو کرنے دو۔ بس اپنا وقت پورا کرو۔ چلتی کا نام گاڑی والا معاملہ نہیں تھا۔ بلکہ جہاں کوئی ناجائز بات کو دیکھتے وہاں وہ روکتے تھے ٹوکتے تھے اگر کوئی غلطی کرتا۔ اُس کو منع کرتے ہمارے ملک کے جو یہ حالات بد سے بدتر ہوتے گئے۔ یہ ایک دن کی مصیبت نہیں جیسے۔ لکڑی کو گھن لگ جاتی ہے۔ اور لکڑی بالکل مٹی ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ہمارے ملک کو بھی گھن لگ گیا تھا۔ جس کا زبردست ہچکولا **1971** میں مشرقی پاکستان کی علیحدگی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ قوموں کی بربادی کا سب سے بڑا سبب اخلاقی گراوٹ اور حق گوئی کا فقدان ہوتا ہے۔ ہم کردار کی بلندی کو اپنائیں۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ پھر دیکھیں ہم کیسے ترقی کرتے ہیں۔

سرکاری ملازم کے فرائض منصبی کا تیسرا رخ اور تعلق اللہ تعالیٰ کی ذات کے ساتھ تعلق ہے۔ اور یہ اتنا ہمہ گیر عالم گیر اور دوررس ہے اگر انسان کے دل میں یہ خیال پیدا ہو جائے۔ کہ میں اللہ تعالیٰ کا بندہ ہوں۔ وہ حاضر و ناظر ہے۔ اور مجھے ہر وقت دیکھتا ہے۔ میرے ارادہ اور ہر عمل کو جانتا ہے۔ اگر کوئی کوتاہی کی ناجائز کام کیا۔ کسی پر ظلم کیا کسی کا غلط کام کیا۔ کسی کا حق مارا۔ تو کل جواب دہی ہوگی۔ اگر اللہ تعالیٰ کا ڈر ہوگا تو پھر کبھی بھی ناجائز اور غلط کام نہیں کرے گا۔ تقویٰ یعنی اللہ کا پاس ولحاظ جب ہوگا۔ تو ہر کام ٹھیک کرے گا۔ پہلے ہمارے معاشرہ میں بڑوں کا بھی پاس ولحاظ ہوتا تھا۔ اور بڑوں کی موجودگی میں چھوٹے ایسا ویسا کام نہیں کرتے تھے۔ جب پاس ولحاظ بڑوں کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔ اس کو تقویٰ کہتے ہیں۔ تقویٰ کے ہوتے ہوئے انسان اللہ تعالیٰ کے حکم کی مخالفت نہیں کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رازق ہے اور جب انسان کا اللہ تعالیٰ کی رازقیت پر یقین ہوگا تو وہ رشوت غبن وغیرہ کی طرف نہیں جائے گا۔ اگر تقویٰ اور اللہ تعالیٰ کا لحاظ ہوگا۔ تو فقیروں کو بھی اللہ چمکاتا ہے۔ معین الدین اجمیریؒ ظاہری لحاظ سے فقیر تھے۔ اسی طرح محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء کے پاس دُنیا

کا ساز و سامان اور عہدہ نہیں تھا۔ لیکن بادشاہوں اور بڑوں بڑوں کی گردنیں ان کے سامنے جھکتی تھیں۔ اسی طرح عزت کا دینے والا بھی ایک اللہ تعالیٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بندوں کے لئے اگر ایک در بستہ تو صد در وا ہو تے ہیں۔ یعنی ان کے لئے اگر ایک دروازہ بند ہو جاتا ہے تو ۱۰۰ دروازے اور کھل جاتے ہیں۔ تیرا رزق جہاں بھی ہوگا وہ پہنچ کر ہی رہے گا۔

اُڑ کے پہنچتا ہے رزق جو تیرے مقسوم کا ہے پر دیئے ہیں میرے رزّاق نے ہر دانے کو

ناجائز کی دولت کمانے والوں اور حرام کے کھانے والوں کے لئے معاشرہ میں عزت نہیں۔ بلکہ بعض اوقات حرام کی کمائی انسان کو یہاں بھی رسوا کرتی ہے۔ اور پٹواتی ہے۔ دولت ہو تو دیانت کے ساتھ امانت کے ساتھ اور اسلام کے ساتھ تو یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ہے۔ پس سرکاری ملازم کے پبلک اور حکومت کے ساتھ جو تعلقات ہوں۔ اس پر اللہ کا تعلق چھایا ہوا ہو۔ اگر جج کوئی مقدمہ فیصلہ کرتا ہو۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ کا خو ف ہو۔ نہ کسی کے ساتھ ظلم کرے۔ اور نہ کسی کی بے جا رعایت کرے۔ اور نہ دولت کی لالچ اس کو انصاف سے روکے اگر خوف ہو تو وہ اللہ کا ہو۔ اور سب سے زیادہ ہو۔ حضور ﷺ کی ایک دُعا ہے۔ کہ اے اللہ اپنے خوف کو تمام خوفوں سے زیادہ کر دے۔ اور اپنی چاہت اور محبت کو تمام محبتوں اور چاہتوں سے زیادہ کر دے، کسی کے خوف و محبت کی وجہ سے نہ قدم ڈگمگائیں اور نہ قلم ڈگمگائے، اگر سرکاری ملازم کے اندر یہ صفات موجود ہوں تو پبلک کے ہاں بھی محبوب بنے گا اور اللہ کے ہاں بھی، اسلام ایک اہبانی مذہب نہیں پر عمل اگر وہ صحیح طریقہ سے کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کرتا ہے تو وہ عبادت ہے اگر ایک جج صحیح اور اصاف کے ساتھ فیصلہ کرتا ہے ایک استاد صحیح پڑھاتا ہے اور ایک تاجر صحیح تجارت کرتا ہے اور ایک انجینئر ایک عمارت دیانت کے ساتھ بناتا ہے تو یہ سب عبادت ہے اسلام نے ہر عمل پر جزاء رکھی ہے اور یہ اسلام کا کمال ہے کہ ہر عمل کو دین بنایا، ہمارے ہاں کیمیا کیا ہے کہ دنیائی اعمال کو دین بنا دے، اور کیمیا کیا ہے اخلاص نیت ہو، اللہ کا حکم ہو اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ کے مطابق ہو ایسا جو عمل بھی ہوگا وہ یہاں بھی بابرکت ہوگا اور آخرت میں بھی بابرکت ہوگا آج تو برکت کا نام ہی نکل گیا، شرکاء میں کسی کو اس کے سوال کے جواب میں میں فرمایا کہ اسلام معیار زندگی کہ بلندی کی حقیقت، ہمت، تقویٰ، اومال حسنہ اور اخلاق فاضلہ کو دیتا ہے اگر ان صفات کی موجودگی میں مال و دولت بھی ہو تو اسلام اس سے منع نہیں کرتا موجودہ دور میں ہم معیار زندگی صرف سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کو کہتے ہیں۔ اور جو اقدار ہیں۔ ان کو پیچھے ڈال دیتے ہیں۔ اخلاق کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ اس اسلامی

مملکت پاکستان میں ضابطہء اخلاق اسلامی پر کتنے لوگ عمل کر رہے ہیں۔ جب ہم میں یہ خرابیاں پیدا ہوگئیں ۔تو ہم نے دینی اور دیناوی محنتوں کو چھوڑ دیا۔تقریباً ۳۰۰ سال ہوگئے۔ کہ یورپ اُٹھا ہے۔ان ۳۰۰ سالوں میں یورپ نے ساری ترقی کی ہے۔ اور ہم ان میں سوتے رہے ہم جتنے آگے بڑھتے ہیں وہ ہم سے آگے بڑھتے ہیں پہلے یہ ترقیات صدیوں میں ہوتی تھیں ۔اور اب بہت جلدی جلدی وقوع پذیر ہوتی ہیں ۔۱۹۴۵ء کو Atomic Age پھر Space Age اور اب Moon Age وجود میں آیا۔ یورپ میں سائنس کا بیج ہم نے بویا اور پھل یورپ نے کھایا۔ اخلاق کی کمی کی وجہ سے ہم سے حکومت گئی۔ پھر جو نظامِ تعلیم آیا وہ ہمارے دین و مذہب و تمدن سے کتنا مختلف تھا۔ ہمیں وہ تعلیمی نظام دیا کہ ہم افسانوں اور لطیفوں میں اُلجھ گئے۔ اور ایسا نظام دیا کہ ہم اچھے کلرک اور بابو بنے۔ حالانکہ اسلام نے ہم کو سائنس سے نہیں روکا ہے۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

ابو حفص سمرقندیؒ اپنی کتاب رونق المجالس میں لکھتے ہیں کہ بلخ میں ایک تاجر تھا جو بہت زیادہ مالدار تھا اس کا انتقال ہوا اس کے دو بیٹے تھے میراث میں اس کا مال آدھا آدھا تقسیم ہوگیا، لیکن ترکہ میں تین بال بھی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے موجود تھے، ایک ایک دونوں نے لے لیا، تیسرے بال کے متعلق بڑے بھائی نے کہا کہ اس کو آدھا آدھا کرلیں چھوٹے بھائی نے کہا ہرگز نہیں .خدا کی قسم حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا موئے مبارک نہیں کاٹا جاسکتا. بڑے بھائی نے کہا کیا تو اس پر راضی ہے کہ تینوں بال تو لے لے اور یہ سارا مال میرے حصے میں لگا دے چھوٹا بھائی خوشی سے راضی ہوگیا بڑے بھائی نے سارا مال لے لیا اور چھوٹے بھائی نے تینوں موئے مبارک لے لئے وہ ان کو اپنی جیب ہر وقت رکھتا اور بار بار نکلتا اور ان کی زیارت کرتا اور درود شریف پڑھتا تھوڑا ہی زمانہ گذرا تھا کہ بڑے بھائی کا سارا مال ختم ہوگیا اور چھوٹا بھائی بہت مالدار ہوگیا جب اس چھوٹے بھائی کی وفات ہوئی تو صلحاء میں سے بعض نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ جس کسی کو کوئی ضرورت ہو اس کی قبر کے پاس بیٹھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کیا کرے نزہتہ المجالس میں یہ بھی ہے کہ بڑا بھائی فقیر ہوگیا اس نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب میں زیارت کی اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے فاقہ کی شکایت کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا او محروم تو نے میرے بالوں میں بے رغبتی کی اور تیرے بھائی نے ان کو لے لیا اور جب ان کو دیکھتا ہے مجھ پر درود بھیجتا ہے اللہ جل شانہ نے اس کو دنیا اور آخرت میں سعید بنا دیا (.فضائلِ درود شریف)

بیان گنبد خضریٰ مدینہ منورہ کے سامنے

صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سید دو عالم ﷺ کے جان نثار تھے سخت سے سخت تکلیف کے باوجود آپؐ پر اپنی جان قربان کرنا ایمان سمجھتے تھے۔ چنانچہ غزوہ احد کے فوراً بعد (جس میں ستر صحابہؓ شہید ہوگئے اور کئی زخمی ہوئے تھے۔) جب مشرک بدر کے مقام پر جمع ہوگئے تو ان کا مقابلہ کرنے کے لئے صحابہ کرامؓ فوراً تیار ہوگئے (اور ان کو ایسا بھگایا کہ پھر ان کی جرأت حملہ کرنے کی نہ ہوسکی اس کو غزوہ بدر الصغریٰ کہا جاتا ہے) قرآن کریم نے صحابہ کرامؓ کی منقبت بیان کرتے ہوئے فرمایا:۔

اَلَّذِيْنَ استجابوا لله والرسول من بعدما اصابهم القرح للذين احسنو منهم واتقوا اجرعظيم ٥ الذين قال لهم الناس ان الناس قد جمعوا لكم فاخشوهم فزادهم ايمانا وقالوا حسبنا الله ونعم الوكيل ٥ فانقلبو بنعمة من الله وفضل لم يمسهم سوء واتبعوا رضوان الله والله ذو فضل عظيم ٥

’’وہ جنہوں نے حکم مانا اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا اس کے بعد بھی کہ ان کو زخم پہنچ چکا تھا ان میں سے اخلاص رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا اجر ہے وہ جن سے لوگوں نے کہا کہ کافر تمہارے مقابلہ کیلئے اکٹھے ہو گئے ہیں پس تم ان سے ڈرو تو اس خبر نے بجائے ڈرنے کے ان کا ایمان اور بڑھا دیا اور انہوں نے کہا ہمارے لئے اللہ تعالیٰ ہی کافی ہے اور بہترین کارساز ہے اس پر وہ لوٹے اور اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کے ساتھ ان کو کچھ بھی تکلیف نہ پہنچی اور انہوں نے اللہ تعالیٰ کی رضا کی پیروی کی اور اللہ تعالیٰ بہت بڑے فضل والا ہے۔‘‘

حضرت درخواستیؒ نے فرمایا کہ میں ملتزم کے پاس اس ارشاد میں غور کر رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے **فانقلبوا** فرمایا **ثم انقلبوا** نہیں فرمایا تو مجھے انکشاف ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے صحابہ کرامؓ کو فوراً اپنی نعمت اور فضل سے نواز دیا اگر ثُمَّ ہوتا تو اس کا معنی تراخی کا ہے یعنی کچھ دیر بعد اللہ تعالیٰ نے فضل فرمایا۔

تیسرا عقیدہ قیامت کا ماننا ضروری ہے جس کو قرآن کریم میں یوم الدین یوم القیمہ ، یوم الفصل اور الآخرۃ کے ساتھ ذکر فرمایا ہے۔ آج تک دنیا بھر کے مسلمان الاخرہ سے مراد قیامت ہی لیتے تھے جو کہ مراد خداوند قدوس ہے مگر اب مرزائیوں نے قرآن کریم میں تحریف کر کے اس الآخرۃ سے مراد آخری وحی لی ہے۔ ان پر اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ ﷺ اور فرشتوں کی لعنت ہو۔ ہم اعلان کرتے ہیں کہ کامیابی تب ہوگی جب ختم نبوت کے کافر کو قانوناً کافر قرار دیا جائے (الحمد اللہ ان کو کافر قرار دیا گیا)۔

اب اس بات کو سمجھیں کہ پہلا فریضہ اصلاح عقائد اور دوسرا فریضہ اصلاح النیت ہے کیونکہ جب تک نیت درست نہ ہو اس وقت تک کوئی کام نہیں ہوسکتا اس لئے خالص لوجہ اللہ کام کرنے کی ضرورت ہے، ارشاد فرمایا **فادعوا الله مخلصین له الدین** (ترجمہ) پس اللہ تعالیٰ کو پکارو خالص کرنے والے اسی کے لئے اپنی اطاعت ہو۔'' تیسرا فریضہ ''التزام العبادۃ'' ہے اور چوتھا اللہ تعالیٰ پر توکل اور بھروسہ کرنا ہے ارشاد قرآنی ہے **وتوکل علی الحی الذی لا یموت** اور اس زندہ خدا پر بھروسہ رکھ جس پر کبھی بھی موت نہ آئے گی۔ وہی اللہ تعالیٰ سب کام بنانے والا ہے اور وہی کافی ہے وہی لم یزل اور لایزال ہے (ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا) باقی ہر مخلوق کے لئے فنا ہے، ارشاد فرمایا:۔ **کل من علیها فان ویبقی وجه ربک ذوالجلال والاکرام** ، فرمایا **کل شیء هالک الا وجهه**

(ترجمہ) اس زمین پر جو بھی ہے اس نے فنا ہونا ہے صرف تیرے جلال اور عزت والے رب کی ذات ہی باقی رہے گی۔ ہر چیز نے ہلاک ہونا ہے صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہی باقی رہے گی۔'' اسی اللہ تعالیٰ نے سات آسمان بنائے اور زمین بنائی، ارشاد فرمایا **الم تروا کیف خلق الله سبع سموت طباقا**

(ترجمہ) کیا تم نہیں دیکھتے اللہ تعالیٰ نے کس طرح سات آسمانوں کو تہ بہ تہ بنایا۔ اور ارشاد فرمایا:۔

هو الذی جعل لکم الارض ذلولا (الملک ۱۵) (ترجمہ) اسی اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے زمین کو مسخر بنا دیا۔'' ہر چیز اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے اور اس کی ذات پر گواہ ہے۔ امام ابوحنیفہؒ نے فرمایا۔

ففی کل شیءٍ له اية

تدل علیٰ انه واحد

(ترجمہ) پس ہر چیز میں ایک نشانی ہے جو یہ بتاتی ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور یکتا ہے۔

پانچواں فریضہ ''الخوف من اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ سے ڈرنا اس کی نافرمانی سے بچنا، قران عزیز نے ارشاد فرمایا:۔ **یایها الناس اتقوا ربکم ان زلزلة الساعة شیء عظیم (الحج ۱)**

ترجمہ: اے لوگو اپنے پالنے والے سے ڈرو بے شک قیامت کا زلزلہ بہت بڑی چیز ہوگا اور اس کی قدر ہیبت ہو گی کہ کوئی کسی کے کام نہ آسکے گا۔ ارشاد فرمایا:۔

یایها الناس اتقوا ربکم واخشوا یوما لا یجزی والد عن ولده ولا مولود هو عن والده شیا (لقمن ۳۳)

ترجمہ: اے لوگو! ڈرو اپنے رب (کی نافرمانی) سے اور ڈرو اس دن سے کہ کام نہ آسکے گا باپ اولاد کے کچھ اور نہ اولاد کام آسکے گی باپ کے کچھ بھی''

یاد رکھو جو اللہ تعالیٰ کا خوف اور ڈر نہ رکھے گا اس کو اللہ تعالیٰ ہر چیز سے ڈرائے گا لیکن اللہ تعالیٰ سے ڈرنے والے سے ہر چیز ڈرتی ہے اور اس کا احترام کرتی ہے جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا **من لم یخف من اللہ یخافہ اللہ من کل شیءٍ**

حضور انور ﷺ کے ایک صحابی عبد الرحمٰنؓ ہیں انہوں نے ایک سفر جہاد میں بہت سے صحابہ کرامؓ کا سامان اٹھالیا، حضور انور ﷺ نے دیکھ کر فرمایا انت سفینۃ (تو تو کشتی ہے) بس اسی نام سے مشہور ہوگئے۔ ایک جہاد کے سفر میں راستہ بھول کر ساتھیوں سے بچھڑ گئے، جنگل میں شیر سامنے آیا اس سے فرمایا **انا سفینۃ غلام رسول اللہ** میں سفینہ ہوں جو کہ جناب رسول اللہ ﷺ کا غلام ہے''۔ شیر اس قدر فرمانبردار ہوگیا کہ اس کی پیٹھ پر سوار ہوگئے اور درندے جنگل کو چھوڑ گئے.... ایک وہ وقت بھی تھا کہ درندے بھی ہمارے فرمابردار تھے اب ہم سے خداوند قدوس کا خوف نکل گیا تو سب قومیں ہم پر حملہ آور ہورہی ہیں۔

چھٹا فریضہ ''التزام دعوت الی الخیر'' ہے، مسلمانوں کے ذمے اللہ تعالیٰ دعوت الی الخیر کا فریضہ بھی لگایا ہے، فرمایا **کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنھون عن المنکر** (ترجمہ) ''تم سب امتوں سے بہتر امت ہو تم کو لوگوں کے لئے نکالا گیا ہے حکم دو نیکی کا اور روکو برائی سے''۔ امام الانبیاء جناب رسول کریم ﷺ سے بھی اعلان کروایا **قل ھذہ سبیلی ادعوا الی اللہ** (ترجمہ) آپ ﷺ فرما دیجئے یہ میرا راستہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتا ہوں''۔ رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ۔

''جو لوگوں کو ہدایت کی طرف بلائے گا وہ قیامت کے دن امیر کی شکل میں آئے گا''.... ''اور طلب علم کے لئے سفر کرنے والے کے پہلے گناہ مٹ جائیں گے''۔

ساتواں اصل اور فریضہ اتباع کتاب اللہ اور اتباع حدیث رسول اللہ ﷺ ہے قرآن حکیم کا ارشاد ہے **اتبعوا ما انزل الیکم من ربکم** (ترجمہ) اس ہدایت کی پیروی کرو جو تمہاری طرف اتاری گئی تمہارے رب سے''. قرآن عزیز ہدایت ہے۔ شفا ہے، نور ہے، ذکر حکیم ہے، صراط مستقیم ہے۔ فرمایا **ان ھذا صراطی مستقیم** اقرآن ہادی ہے **ان ھذا القران یھدی للتی ھی اقوم** بیشک یہ قرآن سیدھی اور

پختہ راہ کی طرف چلاتا ہے۔قرآن حکیم کو برہان فرمایا، نور مبین فرمایا **یایھاالناس قد جاکم برھان من ربکم وانزلنا الیکم نورا مبینا** (ترجمہ) اے لوگو! آ گئی تمہارے پاس واضحھد ایت تمہارے رب کی طرف سے اور اتارا ہم نے تمہاری طرف ہمیسہ روشنی دینے والا نورقرآن کو روح بھی فرمایا **وکذلک اوحینا الیک روحامن امرنا** (ترجمہ) اور اسی طرح وحی کی ہم نے آپ کی طرف روح کی اپنے حکم سے قرآن احسن الحدیث بھی ہے، فرمایا **الله نزل احسن الحدیث** اللہ تعالیٰ ہی نے اتاری سب سے بہتر بات۔قرآن مجید کو شفاورحمت اور نصیحت بھی فرمایا **وننزل من القران ما ھو سفا و رحمة للمومنین** (ترجمہ) اور اتارتے ہیں ہم قرآن سے وہ جو شفاء ہے اور رحمت ہے ایمان والوں کے لئے۔''

جس طرح قرآن کریم کی اتباع ضروری ہے اسی طرح حدیث رسول ﷺ کی اتباع بھی کامیابی اور کامرانی کیلئے ضروری ہے فرمایا **قل ان کنتم تحبون الله فاتبعونی یحببکم الله** (ترجمہ)'' آپ فرمادیجئے اگر تم اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتے ہوتو میری پیروی کروتم سے اللہ تعالیٰ محبت فرمائے گا۔'' آپ ﷺ سب انسانو ں کے لئے قیامت تک آخری رسول ہیں، فرمایا **قل یایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا** (ترجمہ) آپ فرمادیجئے اے لوگو! میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں تم سب کی طرف...اسی نبی ﷺ کی اطاعت کا حکم دیتے ہوئے فرمایا **فامنوا بالله ورسوله النبی الامی الذی یومن بالله و کلمته واتبعوه لعلکم تھتدون** (ترجمہ)''پس ایمان لے آؤ اللہ تعالیٰ پر اور اس کے بھیجے ہوئے نبی امی پر جو یقین رکھتا ہے اللہ تعالیٰ پر اور اس کے کلمات پر اور اس نبی کی پیروی کروتا کہ تم راہ پالو'...اسی طرح سید دوعالم ﷺ نے فرمایا **امتی یدخلون الجنة الا من ابی قیل من ابی قال من اطاعنی دخل الجنة ومن عصانی فقد ابی** (ترجمہ) میری ساری امت جنت میں داخل ہوگی مگر وہ جس نے انکار کیا اس پر پوچھا یا کہ حضرت انکا رکرنے والا کون ہے؟ آپ ﷺ نے اس کی تشریح کرتے ہوئے فرمایا جس نے میرا حکم نہ مان اا اس نے انکار ہی تو کیا۔

آٹھواں اصل اور فریضہ التزام تعظیم شعائر اللہ ہے۔یادرکھو دین سب ادب کا نام ہے **الدین کله ادب**، اللہ تعالیٰ بےادبی سے بچائے۔قرآن مجید نے فرمایا **ومن یعظم شعائر الله فانھا من تقوی القلوب** (ترجمہ)''اور جس نے اللہ تعالیٰ کے شعائر کی تعظیم کی تو یہ دل کا تقویٰ ہے''....شعائر اللہ تو بہت ہیں مگر چار مشہور ہیں کتاب اللہ، رسول رسول اللہ، بیت اللہ صلوٰۃ اللہ، فرمایا **تجعلوا دعا الرسول**

بینکم کدعاء بعضکم بعضا (ترجمہ) مت بناؤ رسول اللہ ﷺ کے بلانے کو برابر آپس میں ایک دوسرے کے بلانے کے (معمولی نہ سمجھو) حضور انور ﷺ کے پاس اور آپ کی مسجد میں بڑے ادب اور احترام کے ساتھ آئے...حضرت عمر فاروق ؓ نے دیکھا کہ مسجد نبوی ﷺ میں دو آدمی آپس میں اونچی آواز سے باتیں کر رہے ہیں تو آپ نے ان کو اپنے پاس بلا کر پوچھا تم کہاں سے آئے ہو، انہوں نے کہا ہم یمن سے آئے ہیں، تو اس پر آپ نے فرمایا کہ اگر تم اہل مدینہ سے ہوتے تو میں تم کو سزا دیتا (یعنی ان کو ان کی لاعلمی کی وجہ سے معاف کردیا) میں تم سب زائرین کو خبردار کرتا ہوں کہ صلواۃ وسلام آہستہ اور ادب کے ساتھ پڑھو، شوروغل کرنے اور بے ادبی کرنے سے خطرہ ہے کہ کہیں حج ضائع نہ ہو جائے ارشاد قرآنی ہے:۔ **ان الذین یغضون اصواتھم عند رسول اللہ اولئیک الذین امتحن اللہ قلوبھم للتقوی لھم مغفرۃ و اجر عظیم** (ترجمہ) بے شک وہ لوگ جو پست رکھتے ہیں اپنی آواز کو اللہ تعالیٰ کے سول کے پاس یہ وہ لوگ ہیں کہ جانچلیا اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقویٰ اور رہیزگاری کیلئے ان کے لئے بخشش ہے اور بڑا اجر ہے"۔....تو شعائر اللہ کا ادب اور تعظیم یہ ایک بڑا فریضہ ہے۔ میں نے سنا ہے کہ اس سال روافض بھی کافی میں آئے اور یہاں ناچتے کودتے رہے (یہ لوگ حرم میں جلے ہوئے سگریٹ تک پھینک دیتے تھے) حج کے لئے نیازمندی، عجز اور ادب سب سے بڑا زادراہ ہے۔

امام غزالی ؒ فرماتے ہیں کہ ایک مجذوب حج کو جا رہا تھا مگر زادراہ کچھ بھی پاس نہ تھا میں نے اس سے کہا جب تمہارے پاس سفر خرچ نہیں تو کس طرح حج کے لئے جا رہے ہو؟ اس نے جواب میں کہا

و فدت علی الکریم بغیر زاد

من الحسنات و القلب السلیم

فان الزاد اقبح کل شیء

اذا کان الوفود علی الکریم

(ترجمہ) میں کریم خدا کے حضور بغیر کسی زادراہ کے جا رہا ہوں صرف سالم دل میرا زادراہ ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ جب کسی سخی کے ہاں مہمان بن کر جائے تو اپنا سفر خرچ اور کھانا ساتھ لے جا کر جانا بہت ہی غیر مناسب بات ہے۔"

نواں فریضہ اور اصل التزام رفاقۃ اولیاء اللہ والاجتناب عن رفاقۃ اولیاء الشیطن" ہے یعنی کامیابی اور کامرانی کا

نواں اصل اولیاء اللہ کی محبت اور رفاقت ہے جیس اکہ قرآن کریم کا ارشاد ہے **یایھا الذین امنو اتقوا اللہ و کونو مع الصادقین** (ترجمہ) ''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ سے ڈرو اور ساتھ رہو سچے لوگو کے''.... کیونکہ یہ لوگ راہ ہدایت کی روشنی ہوتے ہیں اس لئے ان کے ساتھ چلنے والوں کو بھی نور ہدایت مل جاتا ہے۔فرمایا **اللہ ولی الذین امنوا یخرجھم من الظلمت الی النور** (ترجمہ) ''اللہ تعالیٰ مددگار ہے ان لوگوں کا جو ایمان لائے نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اجالے کی طرف''...کیونکہ یہ لوگ حق وصداقت کے علمبردار ہوتے ہیں ان کے بارے میں ارشاد فرمایا **الا ان اولیاء اللہ لا خوف علیھم ولا ھم یحزنون** مگر ان کی علامت بھی ارشاد بھی ارشاد فرمائی کہ **الذین امنوا و کانوا یتقون** (ترجمہ) یہ ایماندار ہو کر اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہتے ہیں'' اولیاء اللہ کی یہی علامت ہے کہ وہ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتے ہیں خود جناب رسول اکرم ﷺ نے جو شفیع محشر ہیں ارشاد فرمایا ہے **انی اخاف العرض الاکبر** ''میں تو اپنے رب کے سامنے بڑی پیشی سے ڈرتا ہے۔'' حضور انور ﷺ نے اولیاء کرام کی یہ علامت بتائی ہے۔**اذا راو ذکر اللہ** یعنی ان کو دیکھ کر خدا یاد آ جائے، وہ ہر وقت اپنے رب سے ڈرتے رہتے ہیں۔قیامت کے دن سب انبیاء علیہم السلام **اللھم سلم سلم** پکاریں گے۔لوگ فریادی بن کر سب کے پاس جائیں گے مگر سب انبیاء کرام جلال خداوندی سے اس قدر متاثر ہوں گے کہ کوئی بھی اس کے لئے آگے نہ بڑھے گا۔آخر حضرت عیسیٰ علیہ السلام سب انسانوں سے فرماویں گے۔**ھذا خاتم الانبیاء فاذھبوا الیہ** یعنی تم سب خاتم الانبیا ﷺ کے پاس جاؤ وہ تمہاری شفاعت کریں گے۔چنانچہ سب نبیوں کے امتی جناب رسول اللہ ﷺ کے حضور جا کر درخواست کریں گے **انت محمد رسول اللہ خاتم الانبیاء** ہماری شفاعت فرمادیں، یہ حدیث بخاری شریف میں سات مرتبہ آئی ہے اور بخاری ہی میں یہ کلمہ خاتم الانبیاء بھی روایت ہے۔یعنی قیامت کے دن بھی حضور انور ﷺ کی ختم نبوت کا اقرار کیا جائے گا۔اسی طرح اولیاء اللہ کی اولاد کو بھی ان کی شفاعت سے فائدہ ملے گا۔ قرآن کریم میں ارشاد ہے **والذین امنوا و اتبعتھم ذریتھم بایمان الحقنا بھم ذریتھم و ما التنھم من عملھم من شیء (الطور ۲۱)** ترجمہ: اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی راہ چلی ان کی اولاد ایمان کے ساتھ ہم پہنچادیں گے۔ان تک ان کی اولاد کو اور نہ گھٹائیں گے ان کے نیک اعمال سے کچھ بھی''۔

دسواں اصل اور فریضہ التزام الدعاء ہے۔اللہ تعالیٰ سے ہمیشہ مانگنا اور اس سے سوال کرنا، کیونکہ سب کچھ دینے والا ہر کام کرنے والا تو وہی خداوند قدوس ہے اس نے اپنی رحمت سے بندوں کو حکم دیا **وقال**

ربکم ادعونی استجب لکم (المومن ۶۰) (ترجمہ)اور تمھارے پالنے والے نے فرمایا مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا کو قبول کروں گا۔اور پکارنے اور مانگنے کا طریقہ بھی بتادیا ادعوا ربکم تضرعا وخفیة (الاعراف ۵۵)(ترجمہ)''اپنے رب سے مانگو عاجزی کے ساتھ اور پوشیدگی کے ساتھ'' اور مانگنے پر قبولیت کا وعدہ بھی فرمایا اللہ تعالیٰ سے بڑھ کر کوئی مہربان نہیں اور وہی رحمٰن اور رحیم ہے شاہ عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا الرحمٰن وہ ذات ہے جو مانگنے پر دے دے اور الرحیم وہ ذات ہے جو نہ مانگنے والوں سے ناراض ہو جائے بندہ تو مانگنے سے ناراض ہو جاتا ہے مگر اللہ تعالیٰ نہ مانگنے سے ناراض ہو جاتا ہے۔فرمایا۔

الله یغضب حین یترک سواله

و العبد یغضب حین یسال

یہاں حضرت حافظ الحدیث نے سیدنا ابراہیم علیہ السلام اور امام الانبیاء ﷺ کی دعاؤں کا ذکر کرتے ہوئے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کی اُن برکات کا ذکر فرمایا جو دعاؤں کا ثمرہ ہے،فرمایا حج کا سفر بھی برکات کا سفر ہے اور مدنیہ منورہ کے باغوں میں قرآن حکیم کی شرح ہے۔اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو پیدا فرمایا رنگ علیحدہ علیحدہ شکلیں جدا جدا اور جدا جدا بولیاں یہ سب بنانے والا اللہ تعالیٰ ہی جانتا ہے فرمایا و من ایته خلق السموت والارض واختلاف السنتکم والوانکم (الروم ۲۲) ترجمہ: ''اور اس کی نشانیوں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اور بھانت بھانت کی بولیاں اور تمہارے رنگوں کا اختلاف''

یہ ساری قدرت کی نشانیاں حج میں نظر آتی ہیں۔مختلف ممالک کے باشندے علیحدہ علیحدہ رنگوں والے،کوئی کالا کوئی سفید گورا،مختلف بولیاں بولنے والے ایک ہی خدا کی تعریف کرتے ہیں اور ایک ہی گھر کا طواف کرتے ہیں۔فرمایا آج تو کوئی امیر ہے کوئی فقیر کوئی صدر ہے کوئی وزیر ہے۔مگر ان سب کو پیدا کرنے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔فرمایا:۔واللہ اخرجکم من بطون امهاتکم لاتعلمون شیا وجعل لکم السمع والابصار والافئدة لعلکم تشکرون (النحل ۷۸) ترجمہ:''اور اللہ ہی نے نکالا تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹوں سے اس حالت میں کہ تم کچھ بھی نہ جانتے تھے اور اسی نے تمہارے لئے کان ار آنکھیں اور دل بنائے تاکہ تم اس کا شکرادا کرو''۔اور فرمایا وایة لهم الارض المیتة احیینها واخرجنا منها حبا فمنه یاکلون oوجعلنا فیها جنت من نخیل و اعناب وفجرنا فیها من العیون لیاکلو ا من ثمرہٖ وماعملته ایدیهم افلایشکرون (یٰس)

ترجمہ: ''اورایک نشانی ان کیلئے مردہ زمین ہے اس کو ہم نے زندگی دی اور نکالا اس سے اناج سو اسی میں سے تم کھاتے ہو اور بنائے ہم نے اس میں باغ کھجور کے اور انگور کے اور بہائے اس میں بعض چشمے کہ کھائیں اس کے میووں سے اور وہ نہیں بنایا ان کے ہاتھوں نے پھر وہ کیوں شکر نہیں کرتے''۔

یہ صرف عرب ہی کی خصوصیت ہے کہ یہاں ظاہری پیدا وار نہ ہونے کے باوجود ہر شے ملتی ہے قرآن کریم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراھیم علیہ السلام نے دعا فرمائی تھی **فاجعل افئدة من الناس تهوی الیهم و ازقهم من الثمرت لعلهم یشکرون (ابراهیم ۳۷)**

ترجمہ: ''پس تو کردے یا اللہ لوگوں کے دل پھرنے والے ان کی طرف اور رزق دے ان کو پھلوں سے تاکہ یہ تیرا شکر ادا کریں'' نیز یہ بھی ارشاد فرمایا **اولم نمکن لهم حرما امنا یجبی الیه ثمرات کل شی ء رزقا من لدنا (القصص ۵۷)** ترجمہ: ''کیا ہم نے ان کو جگہ نہیں دی ادب والے مکان میں پناہ کی کھچے چلے آتے ہیں اس طرف پھل ہر چیز کے'' جس طرح مکہ مکرمہ کی برکات ہیں اسی طرح مدینہ منورہ کی ہر شے شان والی ہوگئی اس کو دیکھنے والے بھی شان والے ہو گئے حضور انور ﷺ کی دعائیں آج بھی مدینہ منورہ کا پہرہ دے رہی ہیں۔

حضرت حافظ الحدیث نے اس نورانی مجلس کے آخر میں مندرجہ ذیل واقعہ ارشاد فرمایا:۔

ایک دن سید الانبیا ﷺ نے فرمایا:

حبب الی من دنیا کم ثلث الطیب و المراة الصالحة و جعلت قرة عینی فی الصلوة.

ترجمہ:۔ تمہاری دنیا میں سے مجھے تین چیزیں پسند ہیں۔ خوشبو، نیک عورت اور میری آنکھوں کی ٹھنڈک نماز میں ہے۔

ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا مجھے تین چیزیں پسند ہیں:۔

النظر الی وجه رسول الله و انفاق مالی علی رسول الله و ان تکون بنتی رسول الله.

ترجمہ:۔ سید دو عالم ﷺ کے چہرۂ انور کو دیکھنا اور اپنا مال سید دو عالم ﷺ کے ارشادات پر خرچ کرنا اور یہ کہ میری بیٹی حرم نبوی میں ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا مجھے تین چیزیں پسند ہیں:۔

الامر بالمعروف و النهی عن المنکر و اقامة حدود الله و فی روایة و الثوب الخلق.

ترجمہ:۔حکم دینا نیک کام کا اور روکنا برائی کا اور قائم کرنا اللہ تعالیٰ کی حدود کو اور ایک روایت پرانا لباس پہننا بھی آیا ہے۔

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بھی اپنی تین محبوب اشیا کا ذکر کیا:۔

كسوة العريان، اشباع الجيعان وقراة القران... او افشاء السلام ، طيب الكلام ، اطعام اطعام

ترجمہ:۔ننگوں کو لباس پہنانا، بھوکوں کو پیٹ بھر کا کھانا کھلانا، اور قرآن عزیز کی تلاوت یا سلام بہت زیادہ کہنا، پاکیزہ کلام کرنا، کھانا کھلانا۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی محبوب اشیاء کا ذکر فرمایا:۔

الخدمة للضيف ، والصوم فى الصيف ، والضرب بالسيف.

ترجمہ: مہمان کی خدمت گرمی کے موسم میں نفلی روزہ، اور جہاد میں تلوار کا چلانا۔

ملا علی قاریؒ نے فرمایا کہ اتنے میں جبرئیل علیہ السلام نے حاضر ہوئے کر اپنی تین محبوب چیزوں کا ذکر فرمایا:۔

النزول على النبيين وتبليغ الرسالة للنبيين، والحمدلله رب العلمين.

ترجمہ:۔ انبیاء علیہم السلام پر نازل ہونا، اللہ تعالیٰ کے پیغامات کو پہنچانے، تمام جہانوں کے رب کی حمد و ثناء کرنی، اور ساتھ ہی یہ بھی فرمایا کہ مجھے خداوند قدوس نے فرمایا کہ مجھے اپنے بندوں کی ان تین چیزوں سے محبت ہے۔

قلب شاكرو لسان ذاكر وبدن على البلاء صابر

ترجمہ:۔دل شکر گزار اور زبان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والی۔اور تکالیف کی حالت میں صبر کرنے والے بدن۔

امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا:

مجھے ان تین چیزوں سے محبت ہے۔

تلاوة كتا ب الله والتمسک بسنة رسول الله والاعراض عماشوى الله

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ کی کتاب کی تلاوت اور جناب رسول اللہ ﷺ کی سنت سے راہ نمائی اور غیر اللہ سے کنارہ کشی۔

امام مالک رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے ان تین چیزوں کے ساتھ محبت ہے۔

ملازمة مدنة رسول الله ، ومحاروة روضة رسول الله وحب حديث رسول الله

ترجمہ:۔مدینہ منورہ میں ہمیشہ قیام کرنا،روضہ انور کا قرب اور حدیث سے محبت۔

امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا،مجھے ان تین چیزوں سے محبت ہے:۔

الهجرة فی سبيل الله والانفاق فی سبيل الله والجهاد فی سبيل الله.

ترجمہ:۔اللہ کی راہ میں ہجرت کرنا،اللہ تعالیٰ کے نام پر خرچ کرنا اور اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنا۔

امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا مجھے ان تین چیزوں سے محبت ہے:

الا عطاء الله والمنع لله والحب فی الله.

ترجمہ:۔کسی کو دینا اللہ کے لیے اور نہ دینا بھی اللہ کے لئے اور محبت کرنی بھی اللہ کے لیے۔

اس کے بعد حضرت نے اپنی تین محبوب اشیاء کا ذکر فرمایا:

التوکل علی الله والشغل بذکر الله والموت فی بلدة رسول الله.

ترجمہ:۔اللہ تعالیٰ پر بھروسہ،اور اللہ تعالیٰ کے ذکر کا شغل اور سید دوعالم ﷺ کی بستی میں موت۔

حضرت حافظ الحدیث مدظلہ العالی کے خطاب کا یہ جامع خلاصہ ہے یہ گنہگار بھی اپنی محبوب ترین تین چیزوں کا ذکر کرتا ہے.

احب ان یکون لسانی رطبا من ذکر الله وتلاوة کلام الله والصلوٰة علی حبيب الله والعکوف فی بيت الله ، والبکاء من خشية الله.

ترجمہ:۔اس گنہگار کو ان تین چیزوں سے محبت ہے۔

اللہ تعالیٰ کے ذکر،قرآن عزیز کی تلاوت اور محبوب کبریا پر درود سے زبان ہر وقت تر رہے،اور مسجد میں اعتکاف کو اور خشیت خداوندی سے رونے کو۔

اللہ تعالیٰ قبول فرمائے اور سب مسلمانوں کو عمل کی توفیق عطاء فرمائے۔آمین۔

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

وہ دن خدا کرے کہ مدینہ کو جائیں ہم

خاک درِ رسول کا سرمہ لگائیں ہم

مدارجِ عبادت

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے ارشاد فرمایا: مومن کو چاہئے کہ فرائض، سنتوں اور نفلوں کو اپنے درجہ پر رکھے اور بتدریج ان کی تعکیل کرے، کسی بھی موضوع عبادت پر یہ ہرگز نہیں ہونا چائے کہ فرائض سے پہلے سنتیں اور سنتوں سے پہلے نوافل اختیار کئے جائیں. ہر مسلمان سب سے پہلے فرائض ادا کرے، اور جب ان سے فارغ ہو تو سنتیں ادا کرے، اور سنتوں سے فارغ ہو تو نوافل میں مشغول ہو. اور جب تک ایک شخص فرائض سے اچھی طرح فارغ نہ ہو لے، سنتوں میں مشغول ہونا جہالت ہے وحماقت ہے اور سنتیں ادا کرنے سے پہلے نوافل میں مصروف ہونا گمراہی ہے، جو بھی وبادت ان مدارج کی باقاعدہ تعمیل کے خلاف ہوگی، وہ درگاہِ خداوندی میں مردود ونا مقبول ہوگی. اس شخص کی مثال، جو فرائض سے پیشتر سنتیں یا سنتوں سے پیشتر نوافل میں مشغول ہو، ایسی ہے کہ کوئی بادشاہ اپنے کسی ماتحت کو اپنے حضور طلب فرمائے اور وہ شخص بادشاہ کے حضور حاضر ہونے کی بجائے بادشاہ کے کسی وزیر کی خدمت میں جا کھڑا ہو. آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ”جو شخص فرائض کو چھوڑ کر نوافل میں مشغول ہو جائے اس کی مثال اس حاملہ عورت کی سی ہے، جس کی مدّتِ حمل ختم ہو چکی ہے اور نفاس کا وقت قریب آ گیا ہو اور اس حالت میں وہ اسقاطِ حمل کر دے. نہ وہ صاحب حمل رہی اور نہ صاحب اولاد. اس طرح اللہ تعالیٰ کسی نمازی کے نوافل کو قبول نہیں فرماتا جب تک وہ فرائض کو ادا نہ کرے. اور نمازی کی مثال ایک تاجر کی سی ہے کہ جب تک وہ راس المال نہیں رکھتا اسے نفع نہیں مل سکتا، یہی کیفیت اس شخص کی بھی جو سنتوں کو چھوڑ کر نوافل میں مشگول ہو. حالانکہ فرائض اور سنتوں کی موجودگی میں نوافل اتنی اہمیت نہیں رکھتے، بہر کیف ایک اختیاری عمل کی حیثیت رکھتے ہیں. بندہ ان کی ادائیگی کے لیے مامورو مکلّف نہیں ہے، اسی بنا پر روزہ اور زکوٰۃ کو قیاس کر لو، یعنی فرح روزے چھوڑ کر نفلی روزے اختیار کرنا جہالت وضلالت ہوگی اور اسی طرح زکوٰۃ کی مکمل ادائیگی کئے بغیر جو قرض کی حیثیت رکھتی ہے، نفلی صورت میں وام صدقہ وخیرات کرتے پھرنا جہل وبد دیانتی ہے اور اللہ تعالیٰ کی درگاہ میں مردود ونا مقبول ہے. پس مومن کو چاہئے کہ فرائض کی اولیت واہمیت کو کبھی فراموش نہ کرے اور محرماتِ شرعی سے پرہیز کرے اور اللہ کے ساتھ مخلوقات میں کسی کو شریک نہ ٹھہرائے، نیز مخلوقات کی خوشنودی اور لحاظ میں اوامر الٰہی کی خلاف ورزی ہرگز نہ کرے، کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بطورِ اصول ارشاد فرمایا ”**لا طاعت لمخلوق فی معصیت الخالق** یعنی مخلوقات میں سے کسی کی ایسی اطاعت فرمانبرداری جائز نہیں جس سے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور عدولِ حکمی ہوتی ہو.“ ”فتوح الغیب“

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆